احمدی نوجوانوں کے لئے

اگست 1991ء

اس شمارے میں

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احمدی نوجوانوں کے لئے

ادریہ

عزیز ساتھیو!

آج کل ہم جس دور میں سے گزر رہے ہیں وہ ملکی حالات کے اعتبار سے نہایت کٹھن دور ہے۔ ہر طرف خوف و ہراس کی ہوا پھیلی ہوئی ہے۔ کسی بھی فرد کے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنا چند بے راہ رو لوگوں کا مشغلہ ہو گیا ہے۔

اس نازک اور کٹھن دور میں ہماری قومی ذمہ داری ہے کہ اگر آپ کوئی بھی غیر معمولی بات اپنے ماحول میں دیکھیں تو ذمہ دار افراد کو اس بات کی اطلاع دیں۔

کوئی افواہ یا سنی سنائی بات بغیر تصدیق کیئے آگے نہ پہنچائیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ "کسی شخص کے جھوٹا ہونے کیلئے صرف یہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات دوسروں تک پہنچاتا پھرے"۔ ساتھ ویسے بھی اپنے ملک کی سلامتی اور ترقی کے لئے دعائیں کرنا ہر احمدی کا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے ملک کو ہر بد آنکھ سے بچائے اور نادان اور جاہل اور ملک دشمن عناصر سے خدا ہمارے ملک کو محفوظ رکھے۔

اگست 1991ء

ظہور 1370ھش

ایڈیٹر
مبشر احمد ایاز

جلد 38۔ شمارہ 10
قیمت فی پرچہ 3 روپے
سالانہ 30 روپے

پبلشر۔ مبارک احمد خالد، پرنٹر قاضی منیر احمد، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ

خلق عظیم کی چمکار

غزوات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا ظہور

مکرم عبدالسمیع خان صاحب

خلق عظیم کی چمکار

ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم اور امن کے پیغمبر تھے۔ مگر آپؐ پر ظلم وستم کی اس قدر انتہا کی گئی اور اس طرح زبردستی جنگ مسلط کی گئی کہ خدائے قدیر نے آپ کو جواباً تلوار اٹھانے کی اجازت عطا فرمائی اور آپ نے ان غزوات میں بھی ایسے اعلیٰ اخلاق دکھائے کہ انسانی عقل ششدر رہ جاتی ہے۔ پس درحقیقت آپؐ کی یہ جنگیں بھی آپ کے خلق عظیم کی چمکار دکھلانے کا موجب بن گئیں اور انسان جب اس نظر سے آپ کے غزوات کا مطالعہ کرے تو اخلاق کے لامحدود جہان اس کے سامنے ابھر آتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم جنگوں میں ظاہر ہونے والے حضورؐ کے بعض اخلاق کا مشاہدہ کریں غزوات میں آپؐ کے مجموعی اخلاق پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالنا بہت دلچسپی کا موجب ہوگا۔ یہ خوبصورت نقشہ مکرم سید میر محمود احمد صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

اخلاق پر ایک مجموعی نظر

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں صرف اپنے رب پر نہایت درجہ کامل توکل رکھتے مگر جامع اور اعلیٰ پایہ کی تدبیر بھی فرماتے۔ اپنے مولا کریم کے حضور دعا اور التجا کو کمال تک پہنچاتے مگر ظاہری سامانوں کا انتظام بھی پوری طرح فرماتے۔ حضورؐ شجاع اور بہادر تھے۔ بقول حضرت انسؓ اشجع الناس تھے۔ بقول حضرت براء بن عازبؓ جنگ کی شدت میں ہم سے وہی زیادہ بہادر سمجھا جاتا تھا جو حضورؐ کے ساتھ ٹھہر سکے۔ مگر اس شجاعت کے باوجود طبیعت میں تہور نام کو بھی نہ تھا۔ حد درجہ غیرت مند تھے مگر ظلم اور ناانصافی سے کلیتہً پاک تھے۔ دشمن کے مقابلہ میں مدافعت کے ہر جائز پہلو کو اختیار فرماتے مگر جارحیت اور جبر و اکراہ سے کبھی دامن آلودہ نہ فرماتے۔ دشمن کی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے فوری اور بروقت اقدام فرماتے مگر دشمن سے مڈھ بھیڑ کی خواہش کو ناپسند فرماتے اور اپنے رب سے عافیت طلب فرماتے۔ آپؐ کے رب نے آپ کو بے مثال فتوحات سے نوازا مگر اس کے شکر کے علاوہ کبھی غرور یا فخر کا شائبہ آپؐ کی طبیعت میں پیدا نہ ہوا۔ فاتحانہ شان کے ساتھ دشمن پر غالب آئے۔ مگر دشمن کے انسانیت سوز ظلموں کے باوجود اس کو عفو و رحم سے نوازا۔ اپنی مہمات کے

جنگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے پورا جذبہ و جوش رکھتے تھے مگر حکمت و دانشمندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اپنے موقف کے لئے صحیح جدوجہد کی ہر راہ اختیار فرمائی مگر ہزار ظاہری فائدہ کے باوجود عہد و پیمان کی پابندی میں کبھی بال برابر کوتاہی نہ فرمائی۔ مشکلات، مصائب، اور دشمن کی ظاہری لحاظ سے کئی گنا طاقت کا پورا احساس ہوتا تھا مگر عزم و ارادہ کی پختگی اور استقامت میں کبھی فرق نہ آیا۔ غزوات میں سارے لشکر کی قیادت کی ذمہ داری سرانجام دینے کے لئے پہلی صفوں سے ہٹ کر مقام قیادت سے رہنمائی بھی فرماتے۔ مگر حسب موقع صف اول میں عام سپاہیوں کی طرح شریک بھی ہوتے اور جنگ سے پہلے اور بعد میں عام سپاہیوں کی طرح خدمات میں برابر شرکت فرماتے۔ ظاہری اور مادی سامانوں کے لحاظ سے کمی کا پورا علم اور احساس رکھتے ہوئے بھی اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوتا تو صلح کو قبول فرماتے۔ دشمن کے جارحانہ حملوں کے توڑ کے لئے پوری قوت استعمال فرماتے مگر عورتوں اور بچوں، بوڑھوں اور راہبوں اور دشمن فوج کے ساتھ کام کرنے والے خادموں اور مزدوروں پر حملہ سے سختی سے منع فرماتے۔ خونی دشمنوں اور جان کے پیاسے جارحانہ حملہ آوروں کے مقابلہ میں بھی فوری ردعمل اور تدبیر کا ایسا طریق اختیار فرماتے جس سے دشمن کا جانی و مالی نقصان کم سے کم ہو۔ جذبہ و شوق جہاد و شہادت طبیعت میں یہ خواہش پیدا کرتی تھی کہ ہر محاذ پر خود پہنچیں۔ ہر سریہ پر خود تشریف لے جائیں۔ مگر حکمت و مصلحت اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی وجہ اس آرزو کو بھی حدود میں پابند فرماتے (خالد اپریل 77 صفحہ 9)۔

آیئے اب جنگوں میں ظاہر ہونے والے حضورؐ کے بعض نمایاں اخلاق کا نظارہ کریں۔

عدل وانصاف

بدر کی لڑائی شروع ہونے سے پہلے جب حضورؐ اپنے صحابہ کی صف آرائی فرما رہے تھے تو خلق عظیم کی ایک عجیب چمکار ظاہر ہوئی۔ حضورؐ کے دست مبارک میں ایک تیر تھا۔ سوادؓ نامی ایک انصاری صحابی صف سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ حضور نے اس تیر سے ان کے بدن کو چھو کر ہدایت فرمائی کہ صف سیدھی کریں۔ سوادؓ نے کہا: "یَا رَسُولَ اللّٰہِ اَوْجَعْتَنِیْ وَقَدْ بَعَثَکَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ فَاَقِدْنِیْ" یا رسول اللہ آپؐ کے ہاتھ سے مجھے تکلیف پہنچی ہے اور اللہ نے آپ کو حق اور انصاف کی تعلیم دے کر بھیجا ہے آپ مجھے اس کا بدلہ دیجیئے!"

حضورؐ نے اپنے بدن مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا بدلہ لے لو! سواد بے اختیار ہو کر حضورؐ سے چمٹ گئے اور آپؐ کے بدن مبارک کا بوسہ لے لیا۔ حضورؐ نے پوچھا "کیا بات ہے؟"۔ سوادؓ نے عرض کی "حضورؐ! صورت حال جو اس وقت ہے آپؐ کے سامنے ہے۔ میں نے چاہا کہ موت سے پہلے میرا جسم آپؐ کے جسم مبارک سے چھو جائے"۔ (سیرۃ ابن ھشام جلد 2 صفحہ 278)

اس انصاری صحابی کا طرز عمل یقیناً آنحضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق "عدل" کا ایک طبعی نتیجہ تھا۔ وہ رسول عدل کے قیام کے لئے مبعوث ہوا تھا اور حالت جنگ میں غیر ارادی طور پر اس کے ہاتھ سے کسی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنی ذات کو بدلہ کے لئے پیش کر دیتا ہے۔ اقوام عالم کے تمام سپہ سالاروں میں یہ واقعہ بے نظیر اور فقید المثال ہے۔

بدر کے موقع پر قید ہونے والوں میں حضورؐ کے حقیقی چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ حضرت عباسؓ نے اگرچہ ظاہراً بیعت نہیں کی تھی مگر وہ ہجرت سے پہلے مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور حفاظت میں لگے رہتے تھے اور انصار مدینہ کے وفد سے مکہ میں جو ملاقات ہوئی جس میں حضور کے مدینہ ہجرت کرنے کا معاملہ زیر غور آیا تھا اس میں حضرت عباسؓ نے حضورؐ کے خاندان کی طرف سے نمائندگی کی تھی اور آپ مکہ میں بغیر ظاہری طور پر بیعت کرنے کے اسلامی مفادات کے تحفظ کی نمائندگی کرتے تھے مگر چونکہ ظاہراً کفار کے لشکر میں تھے اس لئے قیدی ہونے کی صورت میں پہلی رات دوسرے قیدیوں کی طرح مسجد نبوی میں باندھ کر رکھے گئے تاوقتیکہ قیدیوں کے فدیہ کے متعلق اصولی فیصلہ ہو۔

حضرت عباسؓ کے لئے یہ صورت حال تکلیف دہ تھی اور ان کے کراہنے کی آواز بلند ہو رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شفقت بھرا دل اس آواز سے بے چین تھا اور آپ کو نیند نہ آتی تھی۔ انصار کو اس کا علم ہوا اور انہوں نے حضرت عباسؓ کے بندھن کھول دیئے اور ان کے کراہنے کی آواز بند ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً احساس ہوا اور حضورؐ نے ہرگز روا نہ رکھا کہ حضور سے رشتہ داری کی بناء پر کوئی رعایت کی جائے اور حکم فرمایا کہ باقی قیدیوں کے بندھن بھی کھول دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 109)

جنگ حنین میں ایک شخص کا پاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر جا پڑا۔ سخت قسم کی چپل جو اس نے پہن رکھی تھی اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں بری طرح زخمی ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف کی وجہ سے اسے ہلکی سی چھڑی مارتے ہوئے فرمایا تم نے میرا پاؤں زخمی کر دیا ہے۔

اس شخص کو بڑی ندامت ہوئی اور وہ ساری رات سخت بے چین رہا کہ مجھ سے یہ غلطی کیوں ہوئی۔ وہ کہتا ہے کہ صبح ہوئی تو کسی نے مجھے آواز دی کہ حضورؐ تمہیں بلاتے ہیں۔ مجھے اور گھبراہٹ ہوئی کہ کل کی غلطی وجہ سے شاید میری شامت آئی ہے۔ بہرحال میں حاضر ہوا تو حضورؐ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ کل تم نے میرا پاؤں کچل دیا تھا اور میں نے تمہیں ہلکا سا کوڑا مارا تھا اس کا مجھے افسوس ہے۔ یہ اسی بکریاں میں تمہیں دے رہا ہوں یہ لو اور جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے اسے دل سے نکال دو۔ حضور کی اس شفقت اور مشفقانہ انداز سے پریشانی کو دور کرنے پر میں حیران رہ گیا (مسند دارمی باب فی سخاء النبی)۔

مساوات انسانی۔ شانہ بشانہ

جنگ بدر کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ سے نکلے اور مختلف وادیوں اور گھاٹیوں سے گزرتے ہوئے حکمت و تدبر کے ساتھ نقل و حرکت کرتے ہوئے بدر کی طرف روانہ ہوئے تو لکھا ہے کہ سواریوں کی کمی کی وجہ سے مسلمان باری باری سوار ہوتے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کوئی الگ سواری نہ تھی۔ آپ کو بھی دوسروں کے ساتھ باری باری چڑھنا اور اتر کر پیدل چلنا پڑتا تھا۔ آپؐ کے دونوں ساتھی بڑے اصرار سے عرض کرتے کہ ہم پیدل چلتے ہیں آپ سوار رہیں مگر آپؐ جواب میں

فرماتے "ما انتما باقویٰ علی المشی منّی وما انا اغنیٰ من الاجر منکما" کہ نہ تم مجھ سے پیدل چلنے میں زیادہ طاقتور ہو نہ ہی خدا تعالیٰ سے ملنے والے اجر کی خواہش اور احتیاج مجھے تم سے کم ہے (مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 422)۔

جنگ احزاب جس کا قرآن شریف میں بار بار ذکر آیا ہے ایک نہایت خطرناک جنگ تھی جس میں مسلمان ایسے مجبور ہوئے تھے کہ انہیں قضائے حاجت کے لئے بھی باہر جانے کو رستہ نہ ملتا تھا اور کفار نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا تھا اور دس ہزار کا لشکر مرنے مارنے کے ارادہ سے مٹھی بھر مسلمانوں کے سامنے کھڑا تھا جو مشکلات کے نرغے میں گھرے ہوئے تھے۔

جب مسلمانوں کو اس لشکر کی آمد کی خبر ہوئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسے موقع پر ہمارے ملک میں تو خندق کھود لیتے ہیں۔ اور اس کے پیچھے بیٹھ کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ آپؐ نے یہ سن کر خندق کھودنے کا حکم دیا اور اسی وجہ سے جنگ احزاب کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔

چالیس چالیس ہاتھ زمین دس دس آدمیوں کو کھودنے کے لئے بانٹ دی گئی اور کام زور و شور سے شروع ہوگیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے؟ آپؐ بھی ان لوگوں میں کام کر رہے تھے جو ادھر سے ادھر مٹی ڈھو رہے تھے۔ کیونکہ کچھ لوگ زمین کھودتے تھے اور کچھ وہاں سے مٹی اٹھا کر ایک طرف کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ آپؐ کا بدن مٹی سے بھر گیا۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے:

قال رَأیتُ رَسُولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یَوْمَ الْاَحْزَابِ یَنْقُلُ التُّرَابَ وَ قد وَارَی التُّرَابُ بَیَاضَ بَطْنِہٖ وَ ھُوَ یَقُول

لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّیْنَا
فَاَنْزِلَنْ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا
اِنَّ الْاُولیٰ قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا
اِذَا اَرَادُوا فِتْنَۃً اَبَیْنَا

(بخاری کتاب الجہاد باب حفر الخندق)

ترجمہ: فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ احزاب میں اس حالت میں دیکھا ہے کہ آپؐ بھی مٹی ڈھو رہے تھے اور آپؐ کے گورے گورے پیٹ پر مٹی پڑی ہوئی تھی اور آپؐ یہ فرماتے جاتے تھے "الٰہی اگر تیرا فضل نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت نصیب نہ ہوتی اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ پس ہم پر اپنی طرف سے تسلی نازل فرما اور اگر جنگ پیش آئے تو ہمارے پاؤں کو ثبات عطا فرمانا کہ وہ دشمن کے مقابل پر بالکل نہ ڈگمگائیں۔ الٰہی یہ کافر ہم پر ظلم اور زیادتی سے حملہ آور ہوگئے ہیں اور ہمارے خلاف انہوں نے بغاوت کی ہے کیونکہ جب انہوں نے ہمیں شرک و کفر میں مبتلا ہونے کی دعوت دی ہے ہم نے ان کی بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

اللہ اللہ وہ کیا ہی پیاری مٹی ہوگی جسے آپؐ اٹھاتے تھے اور وہ مٹی کروڑوں من سونے سے زیادہ قیمتی تھی جسے اٹھانے کے لئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اٹھتے تھے اور جسے آپؐ کے پیٹ پر گرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ (باقی آئندہ)

Tuesday 14 May 1991 A CAMPAIGNING WEEKLY No: 426 40p

Special Rapporteur on attacks on Ahmadis

SPECIAL Rapporteur appointed by the United Nations Commission on Human Rights has just made public his 121 pages report, which he submitted to the U.N Commission on Human Rights for discussion in its next session. The report deals with 'All forms of intolerance and of discrimination based on religion or belief'

Amngelo Vidal d'Almeida Ribeiro, special rapporteur, sent a *questionnaire* containing 11 questions to all governments on 25th July 1990. On the basis of incidents reported in previous years and the study of the information he has been gathering, the Special Rapporteur thus wished to better elucidate certain situations which had been recurrent over the years and obtain answers from Governments on how they deal with them in their respective legislation and judicial and administrative practice. The majority of allegations point to infringements of the right to have the religion or belief of one's choice, to restrictions as regards the expression of this right in the excercise of the freedom it involves as well as to a variety of acts of discrimination on grounds of religion or belief.

In addition to the general *questionnaire*, the Special Rapporteur addressed specific requests to a number of Governments in accordance with the provisions of paragraph 12 of Commission on Human Rights resolution 1990/27, whereby the Special Rapporteur was invited to "seek the views and comments of the Government concerned on any information which he intends to include in his report", and with reference to the provisions of paragraph 13, whereby the Commission calls upon Governments "to co-operate with the Special Rapporteur, inter alia by responding expeditiously to requests for such views and comments."

In these specific communications the Special Rapporteur requested any comments on the subject of information on situations which seemed to involve a departure from the provisions of the Declaration, particularly those dealings with the enjoyment of the right of freedom of thought, conscience and religion; the prevention, elimination and prohibition of discrimination and intolerance on the grounds of religion or belief in the recognition, exercise and enjoyment of human rights and fundamental freedoms; the right of parents to organise the life within the family in accordance with their religious beliefs and the right of children to have access to a religious education in accordance with the wishes of their parents, as well as the right of children to be protected from any form of discrimination on the grounds of religion or belief.

In a communication of 15 June 1990, addressed to the Government of Pakistan Special Rapporteur wrote:

"Further information has been received alleging acts of persecution against the Ahmadis. It has again been asserted that Ordinance XX of 1984 prohibits Ahmadis from freely practising their faith, that they are not allowed to meet freely and for the past six years have not been authorised to hold their Annual Convention. It is also been reported that attacks against the Ahmadi community, including killings and destruction of villages, go unpunished. The Ahmadi daily newspaper has reportedly been banned during the past four years and its editor, publisher and printer have been indicted. According to the allegations received, Ahmadi books and publications have also been banned and confiscated.

According to additional information received on 11 June 1990, the district magistrate Jhang prohibited the publication, for a period of two months with immediate effect, of the Ahmadi daily newspaper *Al-Fazal*, Rabwah, under the West Pakistan Maintenance of Public Order Ordinance 1960, on the grounds that it had been acting in a manner prejudicial to the maintenance of public order. It is reported that no specific reason for this action had been cited, nor legal justification provided.

It is also reported that expressions of hostility towards the Ahmadi community have continued to be formulated by mullahs in Chak Sikander and Khatme Nubuwwat.

He also mentioned individual cases against the Ahmadis and wrote:

1. Nine persons, Maulana Dost Muhammad Shahid, Shabir Ahmad Saqib, Manzoor Ahmad, Nazir Ahmad, Saleem Ahmad, Khalid Parvez, were sentenced to two years' imprisonment and a fine for acting against ordinance XX in April 1990.

2. Abdul Shakoor of Sargodha was arrested by police on 11 March 1990 for wearing a ring which

مشق ستم جاری ہے

"احمدیوں پر حملوں سے متعلق خصوصی رپورٹر کی روداد"

لندن کے ہفت روزہ "ایشئن ٹائمز" نے اپنی اشاعت مورخہ 14 مئی 1991ء کے صفحہ 8 پر ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کا ترجمہ بطور خاص قارئین "خالد" کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ (ن خان - لندن SW12)

"انسانی حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کے کمشن کی طرف سے مقرر کردہ خصوصی رپورٹر نے 121 صفحات پر مشتمل اپنی رپورٹ شائع کر کے متذکرہ کمشن کو پیش کردی ہے تاکہ اگلے اجلاس میں اس پر بحث کی جاسکے۔ یہ رپورٹ مذہب یا عقیدہ کے نام پر روا رکھی جانے والی ہر قسم کی نارواداری اور تفریق کا احاطہ کرتی ہے۔

عمومی سوالنامہ

انسانی حقوق سے متعلق کمشن کے مقرر کردہ خصوصی رپورٹر اے۔ وی۔ ریبیرو (A-V-RIBEIRO) نے 25 جولائی 1990ء کو تمام حکومتوں کو 11 سوالوں پر مشتمل ایک سوالنامہ ارسال کیا۔ گزشتہ برسوں میں بیان کئے جانے والے واقعات اور مختلف طریقوں سے جمع کردہ اطلاعات کے مطالعہ کی بنا پر خصوصی رپورٹر نے یہ خواہش ظاہر کی کہ سال ہا سال تک دہرائے جانے والے بعض واقعات کی وضاحت کی جائے اور ان حکومتوں سے اس بات کا جواب حاصل کیا جائے کہ وہ اپنے اپنے قانونی، عدالتی اور انتظامی لائحہ عمل کے تحت ان واقعات سے کیسے عہدہ برا ہوتے ہیں۔

اکثر الزامات کا تعلق اپنی پسند کے مذہب یا عقیدہ کو اختیار کرنے کے حق کی پامالی، اس حق کے تحت حاصل ہونے والی آزادی اور اظہار پر پابندی اور مذہب و عقیدہ کی بنا پر تفریق و امتیاز کی متعدد کارروائیوں سے ہے۔

کچھ خاص معروضات

عمومی سوالنامے کے علاوہ خصوصی رپورٹر نے بہت سی حکومتوں کو کچھ خاص معروضات بھی ارسال کیں جو کمشن برائے انسانی حقوق کی قرارداد 1990/27 کے پیراگراف نمبر 12 کی رو سے رپورٹر سے کہا گیا تھا کہ "اگر وہ اپنی رپورٹ میں کسی قسم کی معلومات کو شامل کرنا چاہے تو وہ اس سلسلہ میں متعلقہ حکومت سے اس کے نظریات اور آراء معلوم کرے" اور پیراگراف نمبر 13 کی تفاصیل کے مطابق انسانی حقوق کا کمشن حکومتوں سے اپیل کرتا ہے کہ "وہ خصوصی رپورٹر کے ساتھ تعاون کریں جس میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ اپنے نظریات اور وضاحت سے متعلق اس کی معروضات کا بروقت جواب ارسال کریں"۔

ان خاص مراسلات میں خصوصی رپورٹر نے ایسے حالات اور اطلاعات کے متعلق وضاحت کی درخواست کی جن

سے یہ نظر آتا تھا کہ بنیادی حقوق کے اقرار نامہ (DECLARATION) کی شقوں سے پہلوتہی کی گئی ہے۔ خاص طور پر ایسی شقوں سے جن کا تعلق رائے، ضمیر اور مذہب کی آزادی کے حق سے ہے یا جن کا تعلق انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو تسلیم کرنے، ان کو استعمال میں لانے اور ان سے استفادہ کرنے کے سلسلہ میں مذہب یا عقیدے کی بنیادوں پر کسی قسم کی تفریق اور ناروداری کی روک تھام، بیخ کنی اور ممانعت سے ہے یا جن کا تعلق والدین کے حقوق سے ہے کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کے مطابق اپنے خاندان کی زندگی کو منظم کرسکیں یا جن کا تعلق بچوں کے حقوق سے ہے کہ انہیں ایسی مذہبی تعلیم تک رسائی حاصل ہوسکے جو ان کے والدین کی خواہشات کے عین مطابق ہو نیز بچوں کا یہ حق کہ انہیں مذہب اور عقیدہ کی بنیاد پر روا رکھی جانے والی کسی قسم کی بھی تفریق کے خلاف تحفظ حاصل ہو۔

زیادتیوں کی ٹھوس مثال

حکومت پاکستان کے نام بھیجی گئی اپنی 15 جون 1990ء کی مراسلت میں خصوصی رپورٹر نے لکھا "مزید ایسی اطلاعات ملی ہیں جن میں احمدیوں کو عقوبت کا نشانہ بنانے کا الزام ہے۔ یہ بات پھر سے زور دے کر کہی گئی ہے کہ 1984ء کا آرڈیننس احمدیوں کو اس بات کی ممانعت کرتا ہے کہ وہ اپنے عقیدے پر آزادی سے عمل پیرا ہوسکیں۔ انہیں آزادی کے ساتھ اکٹھا ہونے نہیں دیا جاتا اور گزشتہ چھ برس سے انہیں اپنا سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ احمدیہ جماعت پر حملے، جن میں جان سے مار دینے اور دیہات کو تباہ و برباد کردینے کی کاروائیاں شامل ہیں، کسی قسم کی سزا پر منتج نہیں ہوتے۔ یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ احمدیوں کے روزنامہ اخبار پر گزشتہ چار برسوں سے پابندی عائد ہے (سابقہ واقعہ۔ مترجم) اور اس کے ایڈیٹر، پبلشر اور پرنٹر پر مقدمات چلائے گئے ہیں۔ موصول ہونے والے الزامات کے مطابق احمدیہ کتب اور مطبوعات پر بھی پابندی عائد کی گئی ہے۔ نیز انہیں ضبط بھی کیا گیا ہے۔

11 جون 1990ء کو موصول ہونے والی اضافی اطلاع کے مطابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے امن عامہ آرڈیننس پاکستان مجریہ 1960ء کے تحت احمدیہ روزنامہ "الفضل" ربوہ کی اشاعت پر فوری طور پر دو ماہ کی پابندی لگادی ہے اس بنا پر کہ یہ اخبار ایسے طور پر سرگرم عمل تھا جو مفاد امن عامہ کے خلاف ہے۔ یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ اس کاروائی کے لئے کوئی خاص وجہ بیان نہیں کی گئی اور نہ ہی قانونی لحاظ سے کوئی معقول جواز پیش کیا گیا۔

یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ چک سکندر میں ملاؤں کی طرف سے احمدیہ جماعت کے خلاف عداوت بھرے بیانات برملا جاری ہیں"۔ خصوصی رپورٹر نے احمدیوں کے خلاف انفرادی مقدمات کا بھی ذکر کیا اور لکھا "(1) نو افراد...... مولانا دوست محمد شاہد، شبیر احمد ثاقب، منظور احمد، نذیر احمد، سلیم احمد، خالد پرویز، کو دو سال قید اور جرمانہ کی سزا سنائی گئی...... وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپریل 1990ء میں آرڈیننس 20 کی خلاف ورزی کی تھی۔

(2) عبدالشکور آف سرگودھا کو قرآن کریم کی آیات

والی انگوٹھی پہننے کے جرم میں پولیس نے 16 مارچ 1990ء کو گرفتار کرلیا اور سرگودھا جیل میں پہنچادیا۔

(3) 9 مارچ 1990ء کو پولیس نے سرگودھا کے گل محمد کو اپنے موٹر سائیکل پر ایک سٹکر چسپاں کرنے پر گرفتار کرلیا جس پر یہ درج تھا (کلمہ شریف) بعد ازاں اسے سرگودھا جیل بھیج دیا گیا۔

20 ستمبر 1990ء کی ایک اور مراسلت میں خصوصی رپورٹر نے مندرجہ ذیل الزامات ارسال کئے۔

"یہاں موصول ہونے والی ایک اطلاع کے مطابق احمدی جماعت کے ایک رکن ارشاد احمد تارڑ کو کلمہ کا بیج لگانے کی وجہ سے 29 دسمبر 1988ء کو ایک سال قید اور ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ اس کے خلاف اپیل کی گئی لیکن اطلاع کے مطابق سزا برقرار رکھی گئی۔ مسٹر تارڑ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ گوجرانوالہ سنٹرل جیل میں قید ہیں"۔

یہ بھی الزام ہے کہ صاحبزادہ عبدالسلام کے سولہ سالہ بیٹے کو گرفتار کرکے اسے مارا پیٹا گیا اور مذہب تبدیل کرنے کا ملزم گردانا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسے تین چار دن قید میں رکھا گیا......"۔

درخواست دعا

مکرم برادرم منور احمد صاحب شاہد معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور 2 جون 1991ء سے بعارضہ یرقان اور بخار وغیرہ بیمار ہیں علاج جاری ہے۔ احباب جماعت سے ان کی کامل شفایابی کیلئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (مینجر خالد و تشحیذ)

شان تحریک جدید

آؤ اک عزم جواں سے ہم کریں عہد جدید
منسلک ہوں جان و دل سے ہم بہ تحریک جدید
جس کو دین حق کا غلبہ دل سے ہے منظور آج
اس کو لازم ہے بنے وہ رکن تحریک جدید
مال دے مولیٰ کی راہ میں جان کو کردے نثار
یہ ہی وہ قربانیاں مانگے ہے تحریک جدید
راحت جاں مومنوں کے واسطے تحریک یہ
وعدہ ہر سال میں آگے بڑھے مرد سعید
فیض اس تحریک کے ہیں بے شمار و بے حساب
ارتقاء دین حق اس سے ہے از نوع جدید
سب جگہوں پر ہو رہے ہیں ترجمے قرآن کے
کھل رہے ہیں مدرسے اور اب شفا خانے جدید
ہر جگہ پر اسود و احمر ہوئے ہیں فیض یاب
معجزہ ہے اور کرامت ہے یہ تحریک جدید
کس قدر روحوں نے پایا اس سے ہے آب حیات
جس سے ہے اب دین حق کو مل رہی عمر جدید
آؤ دین حق کے ہم دنیا میں جھنڈے گاڑ دیں
یہ مواقع اب میسر ہیں بہ تحریک جدید
آؤ اس تحریک سے اک حشر ہم برپا کریں
شرک اور باطل کی جس سے ختم ہوجائے امید
صوفی ناچیز کہتا ہے کہ اٹھو دوستو
درمیان حق و باطل اک وغیٰ ہے اب شدید

(مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب)

خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

سید الشہداء جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسینؓ کی سیرت طیبہ

تحریر:۔ سید مبشر احمد ایاز۔ مدیر خالد

حسین نام، ابو عبداللہ کنیت، "سید الشہداء سید شباب اہل الجنۃ" اور "ریحانۃ النبی" لقب۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ باپ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا جگر گوشہ رسول ماں تھیں۔

پیدائش

3 شعبان 4ھ (جنوری 626ء) میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

ولادت کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے بچے کو دکھاؤ۔ بچے کو منگا کر اس کے کانوں میں اذان دی۔ اپنا لعاب دہن حسین کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ کیا نام رکھا ہے۔ والدین نے عرض کیا کہ "حرب" نام رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اس کا نام "حسین" ہوگا۔ (اسد الغابہ ج 2 صفحہ 18)

ساتویں دن عقیقہ کیا گیا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی گئی۔

پہلی درس گاہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حسینؓ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے اور شفقت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔ حضرت حسینؓ کو سات سال آغوش رسالت میں پرورش پانے کی سعادت ملی اور یوں بچپن کی عمر کا ایک حصہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈ اور پیار میں گزارا۔ محبتوں اور شفقتوں کا یہ سفر جو کہ سات سال پر محیط تھا اس میں حضرت امام حسینؓ نے اپنی معصوم اداؤں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی لبھایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ناز بھی اٹھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست تربیت سے مستفید بھی ہوئے اور حضورؐ کی عرش پر سنی جانے والی مقبول دعاؤں کے وارث بھی بنے اور حضورؐ کے اخلاق فاضلہ کے حصہ دار بھی بنے۔

ان سات سالوں میں رحیم و کریم اور شفیق و مہربان نانا اور معصوم اور پیارے نواسے کے درمیان محبت اور شفقت اور معصومانہ اداؤں اور دلآویز مسکراہٹوں اور پیار و محبت کے بے شمار نظارے بکھرے ہوں گے لیکن حافظے کی آنکھ اور قلم کی زبان بہت تھوڑے واقعات کو محفوظ کر سکی اور بیان کر سکی ہے۔ بہر کیف ان تھوڑے واقعات سے بھی اندازہ ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان دونوں نواسوں حسنؓ اور حسینؓ سے کتنی محبت کرتے تھے۔

ان سے محبت کا نظارہ کبھی تو یوں دیکھا جاتا ہے کہ رکوع کے درمیان یہ ٹانگوں میں گھس جاتے ہیں تو آنحضرتؐ ان کے لئے راستہ بنا دیتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد 2 صفحہ 296) اور جب کبھی یوں ہوتا ہے کہ سجدہ میں کبھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر چڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں تو آپؐ سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے جب تک یہ خود نہ اٹھ جائیں۔ (اصابہ جلد 2)

صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز کے دوران ایک سجدہ غیر معمولی طور پر لمبا ہوگیا۔ میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور میں نے سجدہ کی حالت میں سر اٹھا کر دیکھا...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہی تھے...... میں دوبارہ سجدہ میں چلا گیا۔ نماز ختم ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ میں سجدہ میں گیا تو حسین میری پشت پر چڑھ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ میں اسے نیچے اتار دوں لہٰذا جتنی دیر وہ بیٹھا رہا میں سجدے میں ہی رہا۔

عبادت کے موقع پر بھی ان سے پیار اور شفقت کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ ابو بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حسن و حسین سرخ قمیض پہنے ہوئے خراماں خراماں آنحضورؐ کی طرف آرہے تھے کہ ٹھوکر لگ گئی۔ آنحضرتؐ دیکھ کر منبر سے نیچے اتر آئے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا خدا نے سچ کہا ہے کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ (ترمذی)

ایک شفقت و محبت کا یہ انداز بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ و حسینؓ سے لاڈ اور پیار کے انداز میں انہیں اپنے اوپر سوار کئے ہوئے ہیں۔ ایک صحابی نے دیکھا تو فرمایا کہ کیا ہی اچھی سواری ہے۔ آپؐ نے سن کر فرمایا کہ سوار بھی تو کتنے اچھے ہیں۔ (ترمذی)

لیکن اتنے لاڈ پیار اور بے حد محبت کے باوجود کبھی تربیت کا وقت آیا تو بچے کو "بچہ" سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا بلکہ ایک کامل مربی اور ماہر نفسیات رسول نے اس وقت تربیت کا درس دینا ضروری سمجھا کیونکہ آپؐ جانتے تھے کہ بچہ "النقش فی الصغر کالنقش فی الحجر" کا مصداق ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ ایک دفعہ صدقے کی کھجوروں کا ڈھیر مسجد نبوی کے سامنے لگا ہوا تھا۔ حضرت امام حسینؓ جو کہ ابھی 6/5 سال کے بچے تھے وہ ادھر آئے اور ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو جلال سے آگے بڑھے اور بچے کے منہ میں انگلی ڈال کر ساری کھجور منہ سے نکال دی اور اسے بتایا کہ یہ صدقے کا مال ہے جو ہمارے لئے جائز نہیں ہے (مسند احمد بن حنبل)۔

آپ کو حسین سے جو بے حد محبت تھی اس کا آپؐ نے اظہار بھی کیا اور اعلان بھی کیا تا کہ بعد میں آنے والے لوگ بھی آپ سے محبت کریں۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "اہل بیت میں مجھ کو حسن و حسین سب سے زیادہ محبوب ہیں"۔ (ترمذی)

آپؐ خدا سے بھی ان محبوبوں کے ساتھ محبت کی دعا فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ کے ساتھ قینقاع کے بازار سے لوٹا تو فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا بچے کہاں ہیں؟ تھوڑی دیر میں دونوں دوڑتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ گئے۔ آپؐ نے فرمایا خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انہیں محبوب

رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ۔ (مسلم کتاب الفضائل)

اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شب کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ضرورت سے گیا۔ آپؐ کوئی چیز چادر میں چھپائے ہوئے تشریف لائے۔ میں اپنی ضرورت پوری کر چکا تو پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر میں کیا ہے؟ آپؐ نے چادر ہٹا دی۔ تو اس میں حسن و حسین کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا "یہ دونوں میرے بچے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ خدایا میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی ان کو محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ"۔ (ترمذی)

ان دونوں جگر گوشوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری جنت کے دو پھول ہیں۔ ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ "قَالَ النَّبِیُّ ھُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنیا" (بخاری کتاب المناقب)

اسی طرح ایک دفعہ فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ "ھُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَہلِ الجَنَّۃِ" (ترمذی)

حسینؓ عہد صدیقی میں

حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں حضرت حسینؓ کی عمر تو کوئی اتنی زیادہ نہیں تھی۔ سات آٹھ سال کے بچے تھے۔ اس لئے ان کے عہد کا کوئی خاص واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت حسینؓ سے بہت شفقت اور محبت سے پیش آتے کہ وہ نبی کے نواسہ ہیں۔

حسینؓ عہد فاروقی میں

حضرت عمرؓ کے ابتدائی عہد خلافت میں آپ بہت چھوٹے تھے لیکن آخری عہد میں آپ سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ البتہ اس عہد کی مہمات میں آپ کا نام نظر نہیں آتا۔

حضرت عمرؓ حضرت حسینؓ کا بہت خیال رکھتے تھے اور قرابت رسول کا خاص لحاظ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب بدری صحابہ کے لڑکوں کا دو، دو ہزار وظیفہ مقرر کیا گیا تو حضرت حسینؓ کا قرابت رسول کی وجہ سے 5 ہزار ماہوار مقرر کیا گیا۔ (فتوح البلدان ذکر عطاء عمر بن الخطاب)

حضرت عمرؓ کسی چیز میں بھی حضرت حسینؓ کو نظر انداز نہیں ہونے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ یمن سے بہت اعلیٰ قسم کے حلے آئے۔ آپ نے حلے تمام صحابہ میں تقسیم کئے۔ آپ منبر نبویؐ پر تشریف فرما تھے کہ لوگ ان حلوں کو پہن کر شکریہ کے طور پر آ کر سلام کرتے تھے۔ اس دوران حضرت حسنؓ و حسینؓ حضرت فاطمہ کے گھر سے نکلے (آپ کا گھر حجرہ مسجد کے درمیان ہی تھا)۔ حضرت عمرؓ کی نظر ان دونوں پر پڑی تو ان کے جسموں پر حلے نظر نہ آئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر بہت کبیدہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ مجھے تمہارے حلوں کو دیکھ کر کوئی خوشی نہیں ہوئی کیونکہ ان دونوں لڑکوں کے جسم حلوں سے خالی ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آئے اور جا کر فوری طور پر دو حلے منگوا کر حسنؓ و حسینؓ کو پہنائے اور فرمایا کہ

اب مجھے خوشی ہوئی ہے۔ (ابن عساکر۔ جلد 4 صفحہ 321)

حسینؓ عہد عثمانی میں

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حضرت حسینؓ جوان ہو چکے تھے۔ چنانچہ سب سے اول اسی عہد میں میدان جہاد میں قدم رکھا اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہونے والے کئی جنگی معرکوں میں شرکت فرمائی۔

اس کے بعد حضرت علیؓ کے زمانے میں بھی میدان جہاد میں آپ سرگرم عمل رہے اور عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ جب بھی جہاد بالسیف کا وقت آتا تو مجاہدانہ شرکت فرماتے اور بہادری کے جوہر دکھا کر واپس لوٹتے۔

حسینؓ میدان جنگ میں

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں آپ ابھی صغیر السن ہی تھے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں آپ جوان ہو چکے تھے اور اسی عہد میں آپ نے اول اول میدان جہاد میں قدم رکھا اور پھر آپ نے کم و بیش ہر اہم جنگی معرکے میں اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ چنانچہ 30ھ میں طبرستان کی فوج کشی میں آپ نے شرکت کی۔ آپ کی بہادری اور جرات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دنوں میں جب باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کیا ہوا تھا اور قصر خلافت کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور لوگ ڈر کے مارے گھروں سے باہر نہیں نکلتے تھے تو اس وقت چند ایک نوجوان جو حضرت عثمانؓ کے گھر کے باہر ان کی حفاظت کرتے ہوئے پہرہ دے رہے تھے ان میں ایک حضرت حسینؓ بھی تھے اور بڑی بہادری کے ساتھ باغیوں کو اندر گھسنے سے روکے ہوئے تھے۔

اسی طرح جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ شامل ہوئے اور جنگ جمل کے اختتام پر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو کئی میل تک پہنچانے کے لئے حفاظت و احترام کی خاطر حضرت علیؓ نے حضرت حسینؓ کو ساتھ روانہ کیا۔

جنگ جمل کے بعد جنگ صفین کے قیامت خیز واقعہ میں بھی آپ نے بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ اور التوائے جنگ کے بعد معاہدہ نامہ میں جن گواہوں کے دستخط تھے ان میں سے ایک حضرت حسینؓ بھی تھے۔ جنگ صفین کے بعد خوارج کی سرکوبی کے لئے بھی کئی فوجی کاروائیوں میں آپ شامل ہوئے۔

حضرت امام حسینؓ نے یہ جہاد یعنی جہاد بالسیف حضرت معاویہؓ کے دور حکومت میں بھی جاری رکھا۔ چنانچہ آپ کے عہد حکومت میں 49ھ میں قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں بھی حضرت حسینؓ شامل تھے۔ یہ وہ مہم تھی کہ اس میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے صحابہ بھی شریک تھے۔ یہی وہ فوجی مہم ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "کیا اچھی وہ فوج ہوگی اور کیا اچھا وہ امیر ہوگا جو ہرقل کے شہر میں حملہ آور ہوگا"۔

البتہ یزید کے دور اقتدار میں آپ نے یزید کو حق پر نہیں سمجھا اور اس کی اطاعت نہیں کی۔ اور یزید جیسے پلید شخص کی اطاعت نہ کر کے جس جرات و بہادری اور ثابت قدمی اور استقلال کا مظاہرہ میدان کربلا میں کیا تاریخ میں اس کی مثال کم ملتی ہے۔

آپ کی شہادت

خلیفہ راشد حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے کے لئے جو تلواریں نیام سے باہر ہوئی تھیں وہ پھر کبھی نیام کے اندر نہ جا سکیں اور خلافت کی جو مشروط نعمت مسلمانوں کو خدا کی طرف سے ملی تھی وہ آخر کار ان سے چھین لی گئی اور خلافت کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہو گیا۔ مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائی کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ تاریخ اسلام کا یہ ایک بہت دردناک باب ہے۔ مسلمانوں نے اس وقت خلافت کی نعمت کی قدر نہ کی اور ردائے خلافت کو تار تار کر دیا اور آخر کار خدا نے یہ نعمت واپس لے لی اور وہ "قمیض" جو حضرت عثمان کے جسم اطہر سے وہ اتارنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے خلافت کی اس خلعت سے آخر کار مسلمانوں کو محروم کر دیا اور پھر ایک مدت دراز تک مسلمان خلافت کی برکتوں سے محروم رہے۔ وہ خلافت کے نام کو ترستے رہے۔ خلیفہ کا بابرکت وجود بے قرار اور ترسیدہ نگاہوں کو سیراب نہ کر سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا زمانہ "فیج اعوج" کی صورت میں شروع ہوا اور بالآخر "لَوْ كَانَ الْاِیْمَانُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ" کی شکل میں وہ تاریکی دوبارہ ختم ہوئی۔ ملوکیت کی اسی ابتداء میں یزید کا دور حکومت شروع ہوتا ہے۔ جس کے سامنے، حسینؓ اطاعت کا سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ یزید طوعاً و کرہاً حسین کا دست بیعت اپنے ہاتھ پر رکھنا چاہتا تھا مگر حسینؓ جیسے مطہر اور پاک وجود نے سر تو دے دیا مگر بیعت کا ہاتھ دینا گوارہ نہ کیا۔

- اور آخر کار 10/محرم 61ھ ستمبر 681ء کربلا کے میدان میں دشمنان اسلام کے سامنے بہادری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت امام حسینؓ نے اپنی شہادت سے پہلے کربلا کے میدان میں جو خطبہ دیا اس کا ایک تاریخی حصہ طبری کے مطابق یہ ہے۔ آپ نے فرمایا "یاد رکھو اللہ میرے قتل سے سخت ناراض ہے۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ تمہارے ذلت دینے سے اللہ مجھے عزت دے گا اور پھر میرا بدلہ تم سے اس طرح لیا جائے گا جس کا تمہیں اس سے پہلے تصور بھی نہ ہو گا۔ یاد رکھو مجھے قتل کرنے کے بعد خود تمہارے درمیان تفرقہ پڑ جائے گا۔ خانہ جنگیاں ہوں گی اور آخر کار تمہارا خون بھی بہایا جائے گا۔ اس کے بعد آخرت کی سزا وہ اس سے بھی زیادہ ہے"۔ (الطبری 6/258) بحوالہ اردو دائرۃ المعارف صفحہ 333 جلد 8)

حلیہ

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ دونوں بھائی شکل و صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ احادیث کی کتب میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ حضرت حسنؓ سینے سے اوپر والے حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے مشابہ تھے اور حضرت امام حسینؓ سینہ اور سینہ سے نچلے حصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

ازواج و اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں مختلف شادیاں کیں۔ آپ کی ازواج میں لیلیٰ، حباب، دار، غزالہ کے نام ملتے ہیں۔ ان سے متعدد اولادیں ہوئیں جن میں علی اکبر، عبداللہ اور ایک چھوٹے صاحبزادے واقعہ کربلامیں شہید ہوئے۔ صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب تھیں۔

آپ کی ازواج میں ایک نام شہربانو کا بھی ہے جو ایرانی بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھی۔ اس کے بطن سے زین العابدینؓ تھے جو میدان کربلامیں اہل بیت میں واحد زندہ بچ جانے والے مرد تھے اور انہیں سے آگے نسل چلی۔
(اردو دائرۃ المعارف)

فقہ و فتاویٰ

قضا و افتاء میں حضرت علی کا صحابہ میں ایک منفرد مقام تھا۔ اس موروثی دولت میں حضرت حسینؓ کو بھی وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت امام حسینؓ کے ہم عصر آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ اس کی کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابن زبیرؓ جو عمر میں آپ سے بڑے تھے اور خود بھی صاحب کمال بزرگ تھے قیدی کی رہائی کے بارہ میں ایک استفتاء کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے حضرت امام حسینؓ کی طرف رجوع کیا اور ان سے پوچھا ابو عبداللہ! (آپ کی کنیت) قیدی کی رہائی کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے۔ اس کی رہائی کا فرض کس پر عائد ہوتا ہے۔ فرمایا ان لوگوں پر جن کی حمایت میں وہ لڑا ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ ان کو شیر خوار بچہ کے وظیفہ کے بارہ میں استفسار کی ضرورت ہوئی تو اس میں بھی انہوں نے حضرت حسینؓ کی طرف رجوع کیا۔ آپ نے بتایا کہ پیدائش کے بعد ہی جب سے بچہ آواز دیتا ہے وظیفہ واجب ہو جاتا ہے۔

اسی طرح کھڑے ہو کر پانی پینے کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے اسی وقت اونٹنی کا دودھ منگوا کر کھڑے کھڑے پیا۔ آپ کھڑے ہو کر کھانا کھانے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ (استیعاب جلد 1 صفحہ 188)

خطیب اور شاعر

مذہبی کمالات کے علاوہ عہد عرب کے مروجہ علوم میں بھی پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ خطابت اس زمانہ کا بڑا کمال تھا۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت علیؓ اپنے عہد کے بہت بڑے خطیب تھے اور "نہج البلاغہ" کے خطبات آپ کے کمال خطابت کے شاہد ناطق ہیں۔ حضرت حسینؓ نے بھی یہ فن فطری طور پر اپنے باپ سے پایا۔ آپ کا شمار اس عہد کے ممتاز خطیبوں میں ہوتا تھا اور خطابت میں کمال کی جھلک ان خطبات میں بخوبی نظر آتی ہے۔ جو خاص طور پر میدان کربلامیں آپ نے یزیدی فوج

کے سامنے دیئے تھے۔

ادب اور تذکرہ و تراجم کی کتابوں میں آپ کی طرف بہت سے حکیمانہ اشعار منسوب ہیں۔ لیکن تاریخ و سیرت کی مستند کتب اس بارے میں خاموش ہیں جس کی وجہ سے دوسری کتابوں میں پائے جانے والے آپ کے اشعار کی صحت مشکوک ہوجاتی ہے۔

احادیث نبویؐ

حضرت حسینؓ صرف سات سال کے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اس طرح آپ نے اپنے نانا کے ساتھ لاڈ پیار اور ناز و نعم والی حسین زندگی سے خوب خوب لطف اٹھایا۔ لیکن صغر سنی کی وجہ سے بہت کم ایسا موقع ملا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی باتوں کو سمجھ سکتے اور حافظے میں محفوظ کرسکتے۔ اس لئے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی مرویات کی تعداد صرف آٹھ ہے۔ (خلاصہ تذھیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال جزء اول صفحہ 228)

ان میں سے بعض احادیث درج کی جاتی ہیں۔

I) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ (مسند احمد جزء اول صفحه ۲۰۱)

حضرت حسینؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کا حسن اس میں ہے کہ وہ ہر اس بات کو چھوڑ دے جو اس کے مطلب کی نہ ہو۔ (یعنی فضول باتوں سے احتراز کرے)

II) اِنَّ النَّبِيَّ قَالَ الْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ صلى الله عليه وسلم (مسند احمد جز اول صفحه ۲۰۱)

حضرت امام حسینؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص بڑا ہی بخیل ہے کہ جس کے پاس میرا نام لیا جائے اور پھر بھی وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید)

III) عَنْ اَبِيْهَا الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ يُصَابُ بِمُصِيْبَةٍ فَيَذْكُرُهَا وَاِنْ طَالَ عَهْدُهَا (قال عباد قدم عهدها) فَيُحْدِثُ لِذَالِكَ اِسْتِرْجَاعًا اِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ ذَالِكَ فَاَعْطَاهُ مِثْلَ اَجْرِهَا يَوْمَ اُصِيْبَ بِهَا

حضرت امام حسینؓ حضرت علی سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا کہ جب بھی کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اگر اس کافی عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس مصیبت کے یاد آنے پر صبر کرتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت بھی اسے اتنا ہی اجر مزید دے دیتا ہے جتنا اس نے اسے مصیبت کے وقت صبر کرنے پر دیا تھا۔

IV) عن ربيعه بن شيبان قال قلت لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مَا تَعْقِلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ صَعِدْتُ غُرْفَةً

فَأَخَذْتُ تَمْرَةً فلكتها فِيْ فِيَّ فَقَالَ النَبِيُّ صلى الله عليه وسلم اَلْقِهَا فَاِنَّهَا لَاتَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ (مسند احمد جزء اول صفحه ٢٠١)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں کھجوروں کے ڈھیر پر چڑھ گیا اور وہاں سے ایک کھجور لے کر میں اپنے منہ میں چبانے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو فوراً منہ سے باہر پھینکو کیونکہ یہ صدقہ ہے اور ہمارے لئے صدقہ جائز نہیں۔

V) قَالَ عبدالرحمان حسين بن على قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَ اِنْ جَاءَ عَلٰى فَرَسٍ (مسند احمد جلد١ صفحه ٢٠١)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوالی کا حق ہے (کہ اسے خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے) اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہی کیوں نہ آجائے۔

VI) عَنِ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانُ اُمَّتِيْ مِنَ الْغَرَقِ اِذَا رَكِبُوا الْبَحْرَانِ يَقْرَؤُا بسم اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اسد الغابه جزء الثانى صفحه ١٩)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کو ڈوبنے سے بچنے کی ضمانت ہے اگر وہ کشتی وغیرہ میں سوار ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھیں کہ "بسم اللہ مجرھا و مرسھا ان ربی لغفور رحیم"

فضائل اخلاق شوق عبادت

حضرت امام حسینؓ کی ذات گرامی فضائل اخلاق کا مجموعہ تھی۔ ارباب سیر لکھتے ہیں کہ

كَانَ الْحُسَيْنُ كَثِيْرَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ وَالصَّدَقَةِ وَ اَفْعَالِ الْخَيْرِ جَمِيْعًا (استیعاب و اسد الغابه تذكره حضرت حسينؓ)

یعنی حضرت حسینؓ بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور کثرت سے روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ حج کرنے والے، صدقہ و خیرات کرنے والے اور تمام اعمال حسنہ کو بجالانے والے تھے۔

آپ کی سیرت کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ آپ نے 25 حج کئے جن میں سے کئی مرتبہ آپ پاپیادہ حج کے لئے گئے۔ آپ کی دینداری اور اور شوق عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات بھر عبادت کرتے رہتے۔

میدان کربلا میں یزیدی فوجوں کے سپہ سالار سے آپ نے ایک رات کی مہلت صرف اس لئے مانگی کہ آپ شہادت سے پہلے جی بھر کے عبادت کرلیں۔

آپ کی سوانح کی کتب میں لکھا ہے کہ آپ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو خدا کے خوف سے آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور جسم کانپنے لگ جاتا تھا۔

"اس امام کا تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر و استقامت اور زہد و عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے"۔

انکسار و تواضع

آپ کا اپنا ایک رعب اور وقار اور سکینت ہوتی تھی۔ آپ کے حلقہ درس میں لوگ ایسے بیٹھتے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں۔ لیکن اس رعب، وقار اور سکینت کے باوجود تمکنت اور خود پسندی ذرہ بھر نہ تھی اور آپ حد درجہ خاکسار اور تواضع پسند تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ شخص سے بے تکلف تھے۔ ایک مرتبہ آپ جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ فقراء کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت حسینؓ کو دیکھ کر انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی۔ ان کی درخواست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کی اور فرمایا کہ تکبر کرنے والوں کو خدا دوست نہیں رکھتا اور پھر فرمایا کہ میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے اس لئے تم بھی میری دعوت قبول کرو اور ان سب فقراء کو گھر لے جا کر کھانا کھلایا۔

فیاضی و سخاوت

مالی اعتبار سے آپ کو کافی فراخی عطا ہوئی تھی۔ دربار خلافت سے شروع سے ہی آپ کا وظیفہ /5000 درہم مقرر ہوا تھا اور حضرت معاویہؓ کے زمانہ سے تو مال کی فراوانی اور ہو گئی تھی جب کہ حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امام حسنؓ کی صلح ہوئی تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت امام حسنؓ کے لئے بھی دو لاکھ نذر مقرر کروائے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت میں فراوانی عطا کی تھی اسی طرح فیاضی سے آپ خدا کی راہ میں خرچ بھی کرتے تھے۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حسینؓ خدا کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے اور کوئی سائل کبھی آپ کے دروازہ سے واپس نہ ہوا تھا۔ (تہذیب الاسماء جلد 2 صفحہ 163)

حضرت امام حسینؓ کو سخاوت کا وصف اپنے والد حضرت علیؓ سے تو ملا ہی ہوگا کیونکہ وہ بھی اپنے زمانے میں بہت بڑے سخی تھے۔ درحقیقت یہ ورثہ بھی آپ نے اپنے نانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پایا تھا کہ جن کی آغوش مبارک آپ کی درسگاہ تھی۔ "نور الابصار" میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت فاطمہ الزہراء اپنے دونوں بیٹوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں ان کو اپنے اوصاف کا وارث بنائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست قبول فرمائی اور فرمایا کہ "میں نے حسن کو اپنا علم دیا اور حسین کو شجاعت و سخاوت" ("امام حسین" مطبوعہ فیروز سنز صفحہ 68)

ایک مرتبہ ایک سائل مدینہ کی گلیوں میں پھرتا پھراتا ہوا آپ کے دروازے پر پہنچا۔ اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے۔ سائل کی صدا سن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے۔ سائل پر فقر و فاقہ کے آثار نظر آئے۔ اسی وقت اپنے خادم قنبر کو آواز دی اور پوچھا کہ ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے۔ قنبر نے جواب دیا

آپ نے دو سو درہم اہل بیت میں تقسیم کرنے کے لئے دیئے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کئے گئے ہیں۔ فرمایا اس کو لے آؤ اہل بیت سے زیادہ مستحق ایک شخص آگیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت دو سو درہم کی تھیلی منگوا کر کر سائل کے حوالہ کردی اور ساتھ معذرت کی کہ اس وقت میرے پاس اتنا ہی مال تھا۔ اس سے زیادہ خدمت نہیں کرسکتا۔ (ابن عساکر جلد 4 ص 323)

حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب آپ کے پاس بصرہ سے آپ کا ذاتی مال آتا تھا تو آپ اسی مجلس میں اس کو تقسیم کردیتے تھے۔ (ابن عساکر جلد 4 ص 312)

جلاء العیون میں ایک اور واقعہ آپ کی فیاضی اور سخاوت کا اس طرح لکھا ہے کہ ایک مصیبت زدہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے یہ ضرورت بیان کی کہ مجھے اپنی جان بچانے کے لئے کچھ رقم درکار ہے۔ آپ نے اس سے چند سوالات کئے جن کے جوابات سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ وہ بھلا آدمی ہے اور اس کی جان بچانا کار ثواب ہے۔ چنانچہ آپ نے فوراً اس کو دس ہزار دینار خون بہا ادا کرنے اور مزید دس ہزار گھر کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے دیئے۔ (بحوالہ "امام حسین" صفحہ 66 فیروز سنز)

ایک اور واقعہ جو بہت مشہور ہے اس سے بھی آپ کی دریا دلی اور سخاوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اسامہ بن زیدؓ تھے جو حضرت حسینؓ کے زمانے تک زندہ تھے مگر بہت بوڑھے ہوگئے تھے۔ وہ سخت بیمار ہوئے تو حضرت حسینؓ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے۔ ان کو مرض اور ضعف کی وجہ سے بہت تکلیف محسوس ہورہی تھی لیکن اس کا انہیں اتنا غم نہیں تھا البتہ اس فکر سے وہ بہت مغموم تھے کہ سر پر قرض کا بوجھ ہے اور مقروض ہونے کی حالت میں مر رہے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ نے بھانپ لیا کہ حضرت اسامہؓ کسی خاص وجہ سے پریشان ہیں۔ آپ نے اس بارے میں ان سے پوچھا تو حضرت اسامہؓ نے پریشانی کی وجہ بیان کردی۔ حضرت امام حسینؓ نے دریافت کیا "قرضہ کتنا ہے؟" آپ نے بتایا کہ "ڈیڑھ ہزار درہم"۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کا قرضہ ابھی ادا کئے دیتا ہوں۔ آپ نے گھر واپس جا کر سارا قرضہ فوراً ادا کردیا بلکہ علاج معالجے اور گھریلو اخراجات کے لئے بھی کچھ رقم بھجوادی۔

آپ کی سخاوت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بعض اوقات اتنی زیادہ سخاوت کرتے تھے کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ بچا رکھنا بھی بھول جاتے تھے۔

عفو و درگذر

حضرت حسینؓ عفو و درگذر اور خلق عظیم میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ایک دفعہ آپ میں اور آپ کے سوتیلے بھائی محمد بن حنفیہ میں کسی موضوع پر گفتگو کے دوران کچھ تلخ کلامی پیدا ہوگئی اور دونوں ناراض ہو کر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد محمد بن حنفیہ نے ایک عریضہ لکھ کر معذرت کی تو آپ اسی وقت ان کے پاس پہنچے اور ان کی تقصیر معاف فرمادی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ حضرت حسینؓ کے بڑے مداح تھے لیکن آپ ان سے اس لئے ناراض

تھے کہ وہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑے تھے۔ ان کے ایک دوست ملاپ کرانے کے لئے انہیں ساتھ لے کر حضرت حسینؓ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ یہ آپ کو سب انسانوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میرے والد مجھ سے بھی افضل تھے مگر یہ جنگ صفین میں ان کے مقابل پر آئے۔ اس پر حضرت عبداللہ نے صفائی پیش کی تو حضرت امام حسینؓ نے ان کی بات سن کر فوراً ان کی طرف سے دل صاف کرلیا۔

اہل شام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اہل بیت کے دشمن تھے۔ ایک دفعہ ایک شامی "ھشام" نے آپ کو اور حضرت علیؓ کو آپ (حسین) کے منہ پر گالیاں دیں مگر آپ اس سے ایسی خوش اخلاقی سے پیش آئے کہ وہ شرمندہ ہوگیا اور اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے لگا۔

ایک حسین انداز

آپ کسی کا دل دکھانے بلکہ کسی کے احساسات کو معمولی ٹھیس پہنچانے سے بھی بچتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بوڑھے دیہاتی نے وضو کرنے اور نماز پڑھنے میں غلطی کی۔ آپ اور حضرت حسنؓ نے یہ بات دیکھی تو اسے ٹوکنے یا کھلے لفظوں میں غلطی بتانے کے بجائے اس کے سامنے یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز پڑھی کہ ہم بچے ہیں شاید سہو ہوجاتا ہو اس لئے اگر آپ کو کہیں غلطی نظر آئے تو بتا دیجئے گا۔ اس طرح بوڑھے دیہاتی کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور اس نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔

غریبوں کی خبر گیری

غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کی خبر گیری اور ان کی خدمت کا ولولہ حضرت حسینؓ میں اتنا زیادہ تھا کہ راتوں کو مدینے کے حاجت مند لوگوں میں کھانے پینے کی چیزیں تقسیم کرتے تھے اور بعض اوقات ضروریات کی اشیاء خود اپنی پیٹھ پر اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے۔

استقلال رائے و حق پرستی

استقلال رائے اور ایثار و حق پرستی آپ کی سیرت مبارکہ کا زریں باب ہے اور آپ کی کتاب فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے اور اس کی مثال کے لئے تنہا ایک واقعہ آپ کی کربلا کے میدان میں شہادت کافی ہے جس میں آپ نے اپنے سارے کنبہ کو تہ تیغ کروادیا لیکن ظالم حکومت کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔

محرم کی کہانی
عاشق صادق کی زبانی

حضرت امام مہدی بانی جماعت احمدیہ رسول پاک خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق تھے اور آپ کا عشق کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اس عشق کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ ("بیت") کے صحن میں ٹہل رہے تھے اور کچھ

گنگنا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ کہ میں نے سوچا کہ پتا نہیں کونسا صدمہ حضور کو پہنچا ہے جو حضور کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا دریا رواں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضور کے پاس گیا اور پوچھا کہ حضور کیا ہوا ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ فرمانے لگے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سوچ رہا تھا اور یہ شعر جو حضرت حسانؓ بن ثابت کا ہے وہ میں پڑھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اے کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِي فَعَمِيَ عَلَيْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أُحَاذِرُ

کہ اے محمدؐ تو تو میری آنکھ کی پتلی تھی اور تیرے مرنے کی وجہ سے ایسا ہے جیسے میری آنکھ کی پتلی اندھی ہوگئی ہو۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو تیری وفات کا غم تھا۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس عشق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کو آپ کی آل و اولاد اور آپ کے صحابہ کے ساتھ بھی بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ جب محرم کا مہینہ تھا اور حضرت مسیح موعود اپنے باغ میں ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے آپ نے نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور صاحبزادہ مبارک احمد صاحب (مرحوم) جو سب بہن بھائیوں میں چھوٹے تھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا "آؤ میں تمہیں محرم کی کہانی سناؤں" پھر آپ نے بڑے دردناک انداز میں حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعات سنائے۔ آپ یہ واقعات سناتے جاتے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے اپنے آنسو پونچھتے جاتے۔ اس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:۔

"یزید پلید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے پر کرایا مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب سے پکڑ لیا"۔

اس وقت آپ پر عجیب کیفیت طاری تھی اور اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کی المناک شہادت کے تصور سے آپ کا دل بہت بے چین ہو رہا تھا۔ (روایات نواب مبارکہ بیگم صاحبہ بحوالہ سیرت طیبہ صفحہ 36 و تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 589)

امام حسینؓ اور حضرت بانی جماعت احمدیہ

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کو جو تعلیم دی ہے وہ آپ کی کتب میں روز روشن کی طرح واضح ہے۔ یہاں حضرت امام حسینؓ کی سیرت کی مناسبت سے صرف اہل بیت اور خصوصاً حضرت امام حسینؓ کے عالی مقام کی نسبت آپ کی تحریرات کے کچھ حوالے پیش کئے جا

رہے ہیں۔

ان اقتباسات میں تمام اہل بیت عظام سے عموماً اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے خصوصاً الفت و محبت بیان فرمائی اور ان کی بہت بڑی عزت و عظمت ظاہر کی گئی ہے اور افاضہ انوار الٰہی میں ان کی محبت کا عظیم دخل بتایا ہے اور جو شخص مقربان الٰہی میں داخل ہو اس کو انہیں طیبین و طاہرین کی وراثت پانے والا اور علوم و معارف میں انہیں کا وارث ٹھہرایا ہے۔ کفر کے جوش کو افواج یزید اور دین کو حضرت امام زین العابدین سے تشبیہ دی ہے، مخلوق کا تو ذکر ہی کیا خالق ارض و سما کی نظر میں بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت کی وقعت و عظمت بتائی ہے۔ اور حضرت امام حسین و حضرت امام حسن علیہما السلام کو امام کامل اور صاحب عفت و عصمت اور ائمہ الھدیٰ اور جسمانی و روحانی دونوں لحاظ سے آل رسول لکھا ہے۔ اور اہل بیت عظام کے ساتھ اپنے خونی تعلق کا بھی اظہار کیا ہے اور یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر امام حسین اور امام حسن علیہما السلام جسمانی رشتہ کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نہ بھی ہوتے تو بھی ان دونوں اماموں کو ایسے مدارج روحانیہ حاصل تھے کہ حضورؐ کے روحانی مال کے ضرور بالضرور وارث ہوتے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کو طاہر و مطہر صابر و شاکر زاہد و عابد عفیف و معصوم برگزیدہ خدا محب خدا و محبوب خدا اور قابل اقتداء اور سرداران بہشت میں سے بتایا ہے اور آپ سے ذرا سا کینہ رکھنے کو سلب ایمان کا موجب ٹھہرایا اور آپ کی تھوڑی سی تحقیر کو بھی شقاوت و بے ایمانی اور خدا تعالیٰ کے دشمن ہو جانے کا سبب قرار دیا ہے اور تمام ائمہ اہل بیت کی وجاہت ذاتی تسلیم کی ہے۔ اور ان مطہرین میں سے کسی کی نسبت بھی کلمہ تحقیر و استخفاف زبان پر لانے کو ایمان کا ضائع کر دینا بتایا ہے۔

محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود بھیجنے میں بھید

(1) حضرت اقدس اپنی مشہور عالم کتاب براہین احمدیہ میں اپنا ایک الہام درج فرماتے ہیں جو مع ترجمہ اور قدرے تشریح کی عبارت کے یہ ہے:-

"صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ۔

اور درود بھیج اور آل محمد پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اسی کے طفیل ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے........ اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سر ہے کہ افاضہ انوار الٰہیہ میں محبت اہل بیت کو بھی عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے، وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے"۔ (براہین احمدیہ مطبوعہ 1884ء صفحہ 502، 503۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3 روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 597-598)

حسینؓ کی شہادت کی عظمت

حضرت امام حسین رضؓ کی عظیم شہادت کو مظلومانہ قرار دیتے ہوئے اور خدا کی نظر میں اس کو بہت بڑا انعام حاصل ہونے کے متعلق فرماتے ہیں۔

"امام مظلوم حسین رضی اللہ عنہ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیشگوئی اشارہ کے طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے، اس کی عظمت اور وقعت دلوں میں بیٹھ جائے"۔ (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ 70 مطبوعہ 1891ء روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 137 بقیہ حاشیہ)

"حضرت امام حسین علیہ السلام کا مظلومانہ واقعہ خدا تعالیٰ کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے"۔ (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ 68، 69 مطبوعہ 1891ء روحانی خزائن جلد نمبر 3 صفحہ 136)

رسالت کو بجالاؤں۔ سو میں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا"۔ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ 179 مطبوعہ 1898ء روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ 197)

"اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اس زمانہ میں میرے پر کھلے۔ چنانچہ بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا اور یہ خواب نہ تھی بلکہ ایک بیداری کی قسم تھی۔ غرض اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں"۔ (کتاب البریہ حاشیہ صفحہ 180 مطبوعہ 1898ء روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ 198 بقیہ حاشیہ)

اعلیٰ درجہ کے اولیاء

اہل بیت جو کہ خاندان نبوت کے روشن چراغ تھے ان کی سنت پر چلنا حضور ایک سعادت سمجھتے ہیں اور ائمہ اہل بیت خصوصاً حضرت علیؓ اور حسینؓ کو اعلیٰ درجہ کے اولیاء قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اس نے یہ ذکر کرکے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے، اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میں اس سنت اہل بیت

ائمۃ الہدیٰ اور صاحب کمال

"اس میں کس ایماندار کو کلام ہے کہ حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما خدا کے برگزیدہ اور صاحب کمال اور صاحب عفت و عصمت اور ائمۃ الہدیٰ تھے۔ اور وہ بلاشبہ دونوں معنوں کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آل تھے..... اہل معرفت اور حقیقت کا یہ مذہب ہے کہ اگر حضرت امام حسین اور امام حسن رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفلی رشتہ کے لحاظ سے آل

نہ بھی ہوتے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ روحانی رشتہ کے لحاظ سے آسمان پر آل ٹھہر گئے تھے۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مال کے وارث ہوتے"۔ (تریاق القلوب حاشیہ 100 مطبوعہ 1899ء روحانی خزائن جلد نمبر 15 صفحہ 364)

امام کامل۔ حسینؓ

"امام کامل حسین رضی اللہ عنہ سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک یہی سیرت اور خصلت ان ظاہر پرست مدعیان علم کی چلی آئی ہے کہ انہوں نے وقت پر کسی مرد خدا کو قبول نہیں کیا"۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 34 مطبوعہ 1893ء)

حضرت بانی جماعت احمدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیت کی نسبت اپنے عشق کا اظہار اپنے فارسی منظوم کلام میں یوں فرماتے ہیں۔

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچہ آل محمد است

(درثمین فارسی)

میرے جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خداداد پر قربان ہیں اور میں آپ کے اہل و عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔

حسینؓ جیسا راستباز

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی نظر میں حضرت امام حسین کا ایسا بلند مقام تھا کہ ان کے نزدیک امام حسینؓ کے خلاف زبان طعن دراز کرنے والا ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

"خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسیٰ جیسے راستباز پر بد زبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور وعید من عادولیالی دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے"۔ (اعجاز احمدی صفحہ 38 مطبوعہ 15 نومبر 1902ء روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 149)

حسینؓ۔ طاہر و مطہر
یزید ناپاک اور دنیا کا کیڑا

آپ فرماتے ہیں "ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا اور جن معنوں کی رو سے کسی کو مومن کہا جاتا ہے وہ معنے اس میں موجود نہ تھے...... بد نصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دنیا کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا۔ مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے ہے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا اور اپنی محبت سے معمور کر

دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے۔ اور ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے اور اس امام کی تقویٰ اور محبت الٰہی اور صبر استقامت اور زہد اور عبادت ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اور ہم اس معصوم کی ہدایت کے اقتداء کرنے والے ہیں جو اس کو ملی تھی۔ تباہ ہوگیا وہ دل جو اس کا دشمن ہے اور کامیاب ہوگیا وہ دل جو عملی رنگ میں اس کی محبت ظاہر کرتا ہے۔

اور اس کے ایمان اور اخلاق اور شجاعت اور تقویٰ اور استقامت اور محبت الٰہی کے تمام نقوش انعکاسی طور پر کامل پیروی کے ساتھ اپنے اندر لیتا ہے جیسا کہ ایک صاف آئینہ ایک خوبصورت انسان کا نقش۔ یہ لوگ دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ کون جانتا ہے ان کی قدر مگر وہی جو ان میں سے ہیں۔ اس دنیا کی آنکھ ان کو شناخت نہیں کرسکتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور ہیں۔ یہی وجہ حسین کی شہادت کی تھی کیونکہ وہ شناخت نہیں کیا گیا۔ دنیا نے کس پاک اور برگزیدہ سے اس کے زمانہ میں محبت کی تا حسین سے بھی محبت کی جاتی۔ غرض یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسین یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا اس کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہوجاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 545-544)

اختتام

حضرت امام حسینؓ جیسے طاہر و مطہر اور امام کامل کی سیرت و سوانح کی ایک جھلک قارئین کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ یہ سیرت ہمارے لئے ایک اسوہ بھی ہے اور ایک نمونہ بھی۔ ہمارے لئے ایک راہ عمل ہے۔ آپ کا بچپن جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپؐ کے اسوہ کے دلکش نمونے ہمیں یاد دلاتا ہے وہاں اپنے بچوں کی تربیت کے انداز بھی سکھاتا ہے۔ آپ کی جوانی ہمیں خلفاء راشدین یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ کی اطاعت کرتے ہوئے نظر آتی ہے حالانکہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں انہیں کے خلاف برسرپیکار تھے۔

آپ کی زندگی

کے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ آپ کا تقویٰ و ریاضت، زہد و عبادت، سخاوت و شجاعت، حسن و احسان، علم و عمل اور دوسرے اخلاق عالیہ ہمارے لئے ایک درس ہیں۔

اس کے علاوہ ہمیں حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے جہاں یہ سبق ملتا ہے کہ ظلم و ستم کے خلاف کس طرح صبر کیا جاسکتا ہے اور راہ خدا میں کس طرح بڑی سے بڑی قربانی کے لئے دریغ نہیں کرنا چاہیئے وہاں ہمیں خلافت کی اہمیت اور اس کی قدر کرنے کا بھی درس ملتا ہے۔ ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ خلافت خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے اور اس قدر نہ کرنا اور نظام خلافت کی اطاعت نہ کرنا کتنے بڑے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے

"حسین طاہر و مطہر تھا اور بلاشبہ ان برگزیدوں میں سے تھا جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے"۔

اور کس طرح خدا تعالیٰ کی محرومی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اور سیرت امام حسینؓ کے ضمن میں چونکہ حضرت امام حسینؓ اور محرم کے مہینے کا بھی ایک تعلق ہے اس لئے ویسے تو ہر آن اور ہر لحظہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر درود بھیجنا چاہیئے لیکن محرم کے ایام میں بالخصوص درود شریف کا التزام کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ارشاد فرمایا کہ "آج کل محرم کے دن ہیں اس سلسلے میں ایک بڑی ضروری بات میں جماعت کو یاد کرانا چاہتا ہوں کہ......... جماعت احمدیہ اس طرف خاص توجہ کرے اور ان ایام میں خصوصیت کے ساتھ آنحضرتؐ اور آپ کے اہل بیت پر بکثرت درود بھیجے کیونکہ حضور اکرمؐ کی جسمانی اولاد آپ کی روحانی اولاد بھی تھی صرف جسمانی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے نُورٌ علیٰ نُور کا منظر نظر آتا ہے۔ حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور باقی بہت سے ائمہ جو آپ کی نسل سے بعد میں پیدا ہوئے بہت بڑے بزرگ تھے اور عظیم الشان روحانی مصالح کو سمجھنے والے صاحب کشف والہام تھے۔ (الفضل 25 مئی 1983ء) اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل اور اہل بیت پر درود بھیجنے کی توفیق دے اور ان ائمۃ الھدیٰ اور راستبازوں کے اسوہ پر عمل کرنے کی توفیق دے اور خدا تعالیٰ ہمیں خلافت کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خلافت کی نعمتوں سے ہمیں کبھی محروم نہ کرے اور ہمیں تا دم آخر دامن خلافت سے وابستہ رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

غ ـ ز ـ ل

ہجر کی آئی لمبی رات
لے کے یادوں کی بارات

حسن کا جادو سر چڑھ بولا
زلف نے دی زنجیر کو مات

درد کی کھیتی موتی اگلے
آنسو بن گئے ہیں برسات

دامن کانٹوں سے الجھا تو
پھول لگا اک میرے ہات

رت جگا تھا جس کی خاطر
چاند نہ نکلا ساری رات

جب وہ میرے خواب میں آئے
گذر گئی لمحوں میں رات

فلک کا تارا بن کر چمکے
ان کے ہاتھ میں جس کا ہات

میں کیا میری ہر شے ان کی
دل نذرانہ جاں سوغات

آس کی نیا جا ہی لگے گی
اک دن پار سمندر سات

دیکھو باہر کون ظفر ہے
کس نے بلایا آدھی رات

(مبارک احمد ظفر)

"ایک ذرہ کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے"۔

شذرات

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

آف دی ریکارڈ

"مرزائیوں یا قادیانیوں کے متعلق کالم لکھنے کا ایک طویل عرصے سے خیال تھا کیونکہ حکومت نے اس جوہر قابل طبقے کو اقلیت قرار دے کر ان کو خدا کی عبادت کرنے سے بھی روک دیا ہے۔ ان کی مسجدوں کو تالے لگوا دیئے اور ان کو خدا کا نام پکارنے اور صدا لگانے کی بھی ممانعت کردی ہے۔ کیا کسی مسلمان کو دوسرے کو کافر کہنے یا قرار دینے کا حق ہے اور کیا ہمارے ملک کے ان علماء نے قائد اعظم اور علامہ اقبال جیسی شخصیات کو کافر تک نہیں کہا تھا۔ اور کیا قائد اعظم مسلمان نہ تھے جنہوں نے سر ظفر اللہ خان جیسے کٹر قادیانی کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا اور ظفر اللہ خان کے پایہ کا کوئی قابل ترین وزیر خارجہ پاکستان کو آج تک دوبارہ نصیب نہ ہوسکا۔ میں انہیں سوالات میں گھرا ہوا تھا کہ لاہور ہائیکورٹ میں ایڈووکیٹ جنرل مقبول الہی ملک کی طرف سے قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریب کی اجازت دینے یا نہ دینے کے متعلق دلائل اخبارات میں شائع میری نظروں سے گزرے۔ مقبول ملک کا نام آتے ہی مجھے اس موضوع پر لکھنے کا بہانہ مل گیا۔ آج کا کالم اس موضوع پر ہے اسے پڑھیئے اور اپنی آراء اور خیالات سے مجھے بھی ضرور آگاہ کریں کہ میں نے موضوع کی مناسبت سے جو لکھا ہے کہاں تک درست ہے یا غلط ہے۔ کالم کا آغاز مقبول الہی کے ان دلائل کے اقتباسات سے کر رہا ہوں جو اخبارات میں شائع پذیر ہوئے ہیں۔ تاہم آپ کی آراء اس موضوع پر میرے لئے انتہائی علم ہوگا"۔ (شوکت)

(۱)

پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل جناب مقبول الہی ملک نے ایک مقدمہ میں عدالت عالیہ میں جو دلائل دیئے ہیں ان کی چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

(۱) کوئی قادیانی اپنے بچوں کو قادیانیت کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ یہ جرم ہے۔

(۲) قادیانیوں کے جشن صد سالہ پر پابندی قانون اسلام، شریعت، اخلاق اور ملکی تقاضوں کے پیش نظر عائد کی گئی ہے۔

(۳) جب کوئی مرزائی قادیانی کی تحریروں کو دہراتا ہے تو وہ دفعہ ۲۹۲ سی کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے جس کی سزا موت ہے۔

اگرچہ یہ مسئلہ اس وقت عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہے جس مسئلہ کو سیاست دانوں کے اپنے مفادات نے قانونی شکل دے دی ہے اور دولت و شہرت کے بھوکے علماء وقت نے قادیانیت کو مذہبی مسئلہ بنا دیا ہے۔ ملکی عدالتی قانون کے مطابق شاید اس مسئلہ پر تبصرہ بھی نہیں ہوسکتا لیکن بطور ایک پاکستانی شہری اور شریعت کا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہونے کے ناطے مجھے اپنے جذبات، حقائق کی روشنی میں پیش کرنے کا شرعی، اخلاقی اور قانونی حق حاصل ہے۔ مجھے اپنے موقف کی وضاحت کی

کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی مگر ہمارے بعض عدالتی منصف انتہائی حساس خیالات کے حامل ہوتے ہیں اس لئے وہ میری اس وضاحت یا موقف کو اپنے مفادات اور انا کی توہین خیال کرسکتے ہیں اس لئے عدالت کی راہنمائی کی غرض سے ایڈووکیٹ جنرل کی شخصیت، طلبیت اور خاندانی پس منظر کے ساتھ ساتھ قادیانی مسئلہ پر مختصراً روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلہ میں میرا موقف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب الٰہی میں کسی بندے کو کسی دوسرے بندے کے متعلق یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج کرسکیں اور نہ ہی کسی بندے کے متعلق کسی دوسرے بندے کے دل کی بات جاننے اور پھر غائب کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ خود مجھے کسی حدیث میں اور قرآن پاک کی کسی آیت مقدسہ میں ایسا کوئی ثبوت (نہیں) ملا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار اپنے سب سے عظیم بندے اور تمام کائنات کے انبیاء میں رحمت اللعالمین کا لقب پانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ پورے قرآن مجید میں خدا نے اپنے فرشتوں میں سے سب سے اہم فرشتے حضرت جبرائیل کے ذریعہ یوں مخاطب کیا کہ "اے نبی کہہ دو ان کو جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جان سکتے۔ یہ تمہاری بات نہیں مانیں گے"۔ کو اس حوالہ سے جب خدا کے دین کے مطابق زندگی گزارنے اور عبادت کرنے کی جو سیدھی راہ ہے اس کو اختیار کرنے کے احکام ملتے ہیں تو وہاں ساتھ ہی یہ بھی قرآن کریم کا حکم ہے کہ جو خدا کے بتائے ہوئے راستے اور میرے پیغمبروں کی سنت اور قائم کردہ شریعت کی نفی کریں روز قیامت ان کے لئے زبردست عذاب کی بشارت دی جاتی ہے۔

(۲)

اس سے ثابت ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کسی کی نیت کا فیصلہ کریں کیونکہ ہر ایک کی نیت اور اس کے اعمال کا تعلق خدا کی ذات سے ہے۔ خدا اپنی مخلوق کی ہر بات اور عمل سے واقف ہے اور پھر ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ خدا کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں ہے اور اس نے اپنی حمد و ثناء کے پاک مخلوق فرشتے رکھے ہوئے ہیں۔ البتہ خدا اچھی باتوں کو پسند کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ اچھی باتیں اچھے عمل کے بغیر بے کار ہیں۔

جہاں تک آئین پاکستان کا تعلق ہے اس میں انسانی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ لکھا ہوا ہے مگر کسی اقلیت پر اس کی تعلیم اور اس کی عبادت کرنے کے طریقے پر پابندی کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ ہی قرآن کسی بھی شخص کو زبردستی خوف اور سزا کے ذریعے اسلام قبول کرانے کی اجازت دیتا ہے پھر جو لوگ کسی فرقے کو محض اپنی انا اور اکثریت کے نمائندے ہونے کی حیثیت سے اقلیت یا غیر اسلامی قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں تو اصل میں وہ ایسا طاقت کے بل بوتے پر کرتے ہیں اور وہ طاقت کیا ہوتی ہے اور وہ اپنے متعلق بہتر مسلمان ہونے کی کیا ضمانت دیتے ہیں اسی سلسلہ میں ایک ایسے شخص کا کردار بطور شہادت کے پیش کرتا ہوں گا کہ اپنے آپ کو ختم نبوت کا خود ساختہ لیڈر خیال کرتا ہے۔ اس کا نام مولانا منظور احمد چنیوٹی ہے۔

جب تک انسان کسی کو اپنی آنکھ سے دیکھ نہیں لیتا اور اس کے متعلق خود مشاہدہ نہیں کرلیتا اس وقت تک اس کا علم اس کے متعلق ناقص اور نامکمل ہوتا ہے۔

(۳)

منظور چنیوٹی کے بارے میں جو کچھ میں لکھ رہا ہوں یہ ریکارڈ پر بھی ہے اور حکومت پنجاب کا ہر شعبہ مولوی "صاحب" کے سیاسی اور اخلاقی کردار سے بخوبی واقف بھی ہے۔ مولانا انتہائی مفاد پرست، جھوٹا اور مذہبی بلیک میلر شخص ہے۔ آپ آج اس کے گھر میں جا کر دیکھ لیجئے کہ پجارو کے علاوہ چھ نئے ماڈل کی کاریں اور اس کا کروڑوں کا بینک بیلنس ہے۔ پجارو گاڑی پاکستان میں منشیات کے سمگلروں اور غنڈوں کا نشان امتیاز بن چکی ہے اور اس میں سفر کرنے والے کا ایک ہی تعارف ہوسکتا ہے کہ وہ یا تو منشیات کا سمگلر ہے یا جعلسازی اور ملاوٹ کے ذریعے راتوں رات امیر بن جانے والا کوئی ظالم سرمایہ دار ہے یا پھر کوئی ضمیر فروش رکن اسمبلی ہے۔ مولوی منظور چنیوٹی نے یہ سرمایہ کہاں سے حاصل کیا۔ کیا اس کا کوئی امپورٹ ایکسپورٹ کا کام تھا۔ نہیں بلکہ اس نے اسلام کے نام پر دونوں جانب سے دولت اکٹھی کی۔ منظور چنیوٹی کا کردار اس قدر گھناؤنا اور مکروہ ہے کہ اس مختصر سے تبصرے میں سب کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا۔

(۴)

دلچسپ بات یہ ہے کہ پاکستان کے علاوہ کسی اسلامی حکومت اور اسلامی فلسفے نے مرزائیوں کو اقلیت قرار نہیں دیا۔ ایک لامذہب سیاستدان نے صرف اور صرف اپنے مخالف نفرت کی تحریک کو دبانے کے لئے انتہائی بدنیتی کے ساتھ فیصلہ کیا تھا۔ افسوس اس کا اقتدار پھر بھی باقی نہ بچ سکا۔ جو حکومت اپنے ہی بنائے ہوئے آئین پر اپنی بنیادیں استوار نہیں کر سکتی اور جو حکومت خود اللہ کے دین کی توہین کا ارتکاب کرے اور پھر اسے ولی جرم یا گناہ خیال نہ کرے اس حکومت کے پاس کسی بھی تنظیم کو کافر یا اقلیت قرار دینے کا کیا اختیار ہے۔ کیا سر ظفر اللہ خان بانی پاکستان قائداعظم کے معتمد ترین اور قابل ترین ساتھیوں میں سے نہیں تھے اور کیا سر ظفر اللہ خان کے جانے کے بعد ان کے پایہ کا کوئی وزیر خارجہ اس ملک کو نصیب ہوا؟۔ کیا ظفر اللہ خان ایک ماہر فلسفہ دان اور قرآن کی آیات کی تشریح کھلے عام پبلک جلسوں میں نہیں کرتے تھے؟۔ اگر مرزائیت کو خلاف اسلام قرار دینا تھا تو قائداعظم ایسا کرتے جن کو پاکستان کا بانی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس لئے میری غیر جانبدارانہ دلیل ہے کہ یہ معاملہ خدا اور بندے کے درمیان ہے۔ اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار حق تعالیٰ کے سوا ہما شما کو ہرگز نہیں ہے اور ایک اچھے مسلمان کا معیار جو قرآن نے ارشاد فرمایا ہے وہ پیغمبر اسلامؐ کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے ارشادات عالیہ اور ان اپنے عمل صالح کی صورت میں دنیا کے سامنے ہے اور جہاں تک میری کم علمی کی رسائی ہے ایسا کوئی فتویٰ کسی کافر کے متعلق خود حضورؐ پرنور نے نہیں دیا کہ میں بشارت دیتا ہوں کہ یہ کافر ہے اور دوزخ میں جائے گا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ان سیاسی اور تجارتی علماء کے پاس ایسا کون سا معیار ہے کہ ان کے سوا کوئی مسلمان نہیں ہوسکتا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کالم کی اشاعت کے بعد بعض مفاد پرست میرے متعلق کیا کیا بکواس کریں گے۔ مجھے بھی مرزائیوں کی وکالت کا الزام دیں گے۔

(۵)

کہا جاتا ہے کہ مرزائی یہ ہیں وہ ہیں۔ انہوں نے یہ کر دیا۔ ان کی خواتین بہت دلکش ہوتی ہیں۔ ایسی بیہودہ باتیں اور

بکواس انسانی معیار اخلاق اور خود دین اسلام کے اخلاقی تقاضوں کو کہاں تک پورا کرتے ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ جو بات میرے ضمیر اور ایمان کے مطابق غلط ہوتی ہے میں اس پر احتجاج کرتا ہوں اور احتجاجاً قانون اور اخلاق کا پابند نہیں رہا کرتا۔ جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے پاکستان میں ان کی دیانتداری، قابلیت اور اہلیت کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ ان کی خواتین کا جہاں تک تعلق ہے ہوس پرست اور جنسی ذہن کے عیاش مولویوں نے بہت کچھ مشہور کر رکھا ہے مگر میری اپنی کیفیات اور مشاہدہ کے مطابق مرزائی فرقے سے تعلق رکھنے والی خواتین انتہائی بااخلاق، نیک کردار، ہمدرد، مہذب، تعلیم یافتہ، نفاست پسند اور سلیقہ شعار محنتی خواتین ہیں۔ وہ اب بھی بے چاری سہمی ہوئی اور سیاسی خوفزدگی کے باوجود اپنے اپنے ماحول میں منفرد ہیں۔ ۴۳ سالہ پاکستانی معاشرے کی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی کہ مرزائی عورت کو کبھی کسی ماحول میں پولیس نے بدکاری، بددیانتی یا کسی اور جرم میں چالان کیا۔ ضیاء الحق کے دور میں راولپنڈی میں پیر صلاح الدین نامی ایک سابق مجسٹریٹ کے خلاف بے راہروی کے خلاف کے مقدمات ضرور درج ہوئے تھے مگر وہ بھی ایک ذاتی انتقام تھا۔ ان کی سچائی بھی مشکوک تھی۔ کیونکہ پیر صلاح الدین کا سروس ریکارڈ مثالی تھا۔

(۶)

پاکستان میں آج تک کسی مرزائی کو رشوت ستانی یا بدعنوانی میں گرفتار نہیں کیا گیا۔ کیا کسی طبقے کی دیانتداری کے لئے یہ ثبوت کافی نہیں ہوتے۔ میرا قلم میرے ضمیر اور میرے ایمان کی قوت کے طابع ہے۔ جھوٹ اور سیاست بازی کے ذریعہ جو بھی فیصلہ کیا جائے گا جو کسی بھی طبقے اور فرقے کے خلاف ہوگا وہ منافقت اور بدنیتی پر مبنی ہوگا اور اس طرح وہ غیر اسلامی بھی ہوگا اور میں اس پر خاموش نہیں رہوں گا۔ جہاں تک سزا و جزاء یہ اختیار اور قوت اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ مرزائیوں میں بھی بڑے بڑے جید علماء ہوئے ہیں۔ اگر وہ قرآنی آیات کی تشریح روح قرآن اور منشائے خداوندی کے خلاف کرتے رہے ہیں تو خدائی فیصلے کے مطابق قیامت کے روز وہ منکر رسالت اور منکر قرآن قرار پائیں گے اور ان کے اس جرم کی جو بھی قدرت نے سزا دینا ہوگی وہ ضرور دے گی۔ کیا اللہ تعالیٰ کسی دنیا پرست اور دولت پرست مولوی کے فتویٰ اور تشریح کا محتاج ہے؟۔ ان کے اپنے اخلاق و کردار اور سیاسی روش کیا ہے۔ یہ لوگ جو آج تک اس ملک میں شریعت نافذ کرانے میں منافقت سے کام لیتے رہے ان کو کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ یہ جس کو چاہیں کافر بنا دیں اور جس کو چاہیں مرد مومن۔ آخر انہیں خدا اور خدا کے دین سے مذاق کرنے اور دینی تجارت کرنے کا لائسنس کس نے دیا ہے؟

(۷)

میں تو خدا کے دین کا پابند ہوں مگر ان مولویوں کا کیا ہے۔ انہوں نے تو مصور پاکستان حضرت علامہ اقبال اور محسن وطن اور بانی پاکستان تک کو کافر قرار دے دیا تھا۔ اور پھر کیا یہی وہ مولوی نہیں تھے جنہوں نے امیر معاویہؓ سے رشوت لے کر نواسۂ رسولؐ حضرت امام حسینؓ کے خلاف باغی ہوجانے کا فتویٰ صادر کردیا تھا۔

پاکستان یوں تو دانشوروں کی سب سے بڑی منڈی ہے مگر ان سب کی عقل و دانش ان کے نفس سے باہر کبھی نہیں

نکل سکتی۔ کسی دانشور میں یہ ہمت نہیں ہوئی کہ چودہ سو سال میں مسلمانوں نے کبھی کوئی شریعت بل پیش نہیں کیا۔ کیا پاکستان پر سکھوں کی حکومت ہے کہ وہاں شریعت کو بطور بل پیش کیا جائے۔ اسی بناء پر میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں بھٹو مرحوم کے فیصلہ کو دین سے کسی قسم کی محبت یا اپنے دین کی خدمت قرار نہیں دے سکتا کیونکہ یہ فیصلہ سراسر سیاسی دباؤ اور اپنے ڈولتے اقتدار کو سہارا دینے کی خاطر مولویوں کی طرف سے کی گئی مذہبی بلیک میلنگ کا شاہکار تھا۔ بھٹو ایک ایسا بزدل حکمران تھا جو اقتدار میں رہنے کی خاطر کچھ بھی کر سکتا تھا اور کرتا بھی رہا۔

(۸)

اب میں آخر میں جناب مقبول الٰہی ملک ولد انوار الٰہی ملک ایڈیٹر روزنامہ "احسان" مرحوم کے دلائل اور شخصیت کے متعلق کچھ زیادہ روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کیونکہ ملک صاحب موصوف لبنی اعلیٰ "سرکاری" خدمات کے عوض ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کے عہدہ تک محصوص اور محصوص ہو کر رہ گئے ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عدالت عالیہ کی کرسی ابھی تک ان کی اہلیت سے محفوظ ہے۔ ان کی قابلیت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ اس وقت پنجاب ہائی کورٹ کے جج صاحبان کی اکثریت سابق ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سے ہے۔ جسٹس جناب شیخ محمد ریاض صاحب واحد جج ہیں جو مکمل ایڈووکیٹ جنرل تھے۔ مجھے مقبول الٰہی ملک صاحب کی اہلیت بہت اچھی لگتی ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری فلم انڈسٹری اس جوہر نایاب سے محروم رہی ہے۔ ان کے دلائل ان کے اندر کی خواہش پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ دراصل ہر دور آمریت کے ماہر قانون دان ہیں۔ ان کو ایسی ہی بحث کرنی چاہیئے تھی۔

(۹)

اور آخر میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس کالم کی اشاعت پر مجھ پر کیا کیا رنگ برنگے الزامات لگائے جائیں گے۔ میرے مخالف اس حوالہ سے ہر جگہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ یہ چار صفحے کا اخبار جو مسلسل حکومتی ناانصافیوں کے باوجود جاری ہے اس کی امداد مرزائی کرتے ہیں اور یہ مضمون مبلغ ایک لاکھ روپیہ نصف جس کے پچاس ہزار ہوتے ہیں دے کر لکھوایا گیا ہے۔ خصوصاً مولوی منظور چنیوٹی اور لاہور کے لوہاروں کا پیش امام محمد حسین نعیمی اور ۲۰ گریڈ یا شاہی امام عبدالقادر آزاد زبان و بیان والا تو مکمل گواہی کے ساتھ کہیں گے ہمیں رات کو خواب میں حضور پاک نے بشارت دی ہے کہ تم خاموش تماشائی بن کے بیٹھے ہو اور ایک شخص گستاخ رسول طبقے کی حمایت کر رہا ہے۔ یاد رکھیں اس کالم کے بعد میرے خلاف ان فتویٰ باز اور جو نما گندم فروش مولویوں کا فتویٰ آنے والا ہے جس کا خدا کی قسم مجھے انتظار بھی ہے لیکن مجھے اس کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ قارئین کو جو میرا کالم باقاعدگی سے پڑھتے ہیں میرے خیالات اور عقیدے سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔ میں بتاتا چلوں کہ میں نے آج تک کسی قابل ذکر قادیانی سے دوستی یا واسطہ نہیں رکھا کیونکہ میرے نزدیک یہ لوگ بزدل بھی ہیں اور سچائی پر چلنے والے مجاہد بھی" (روزنامہ "آفاق" لاہور ۱۲ مئی ۱۹۹۱ء)۔

تم دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے بھی ماہر بنو (حضرت مصلح موعود)

قرار داد تعزیت

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی عاملہ کا یہ اجلاس مکرم رانا منور احمد صاحب قائد ضلع مانسہرہ کے اعزہ و اقربا کی اندوہناک وفات پر دلی صدمہ کا اظہار کرتا ہے۔

یہ تکلیف دہ سانحہ 29، 30 جون کی درمیانی شب اس وقت ہوا جب مکرم رانا صاحب کی والدہ محترمہ کا جنازہ تدفین کے لئے بہشتی مقبرہ ربوہ لایا جارہا تھا۔ مگر راستہ میں ویگن نہر اپر جہلم میں جا گری جس کے نتیجہ میں 9 احمدی افراد جو شریک قافلہ تھے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ جن میں سے 7 کا تعلق مکرم رانا صاحب کے خاندان سے ہے۔ محترم رانا صاحب کے والد محترم رانا کرامت اللہ صاحب امیر ہزارہ ڈویژن نیز ان کے خالو، ایک جواں سالہ ہمشیرہ عزیزہ صائمہ، ایک کم سن بھانجہ، دو ننھی بھانجیاں اور عزیز محترم مبشر احمد انور صاحب (قائد خدام الاحمدیہ مجلس داتا) اس حادثہ میں جاں بحق ہوئے ہیں۔ دو اور احمدی خدام مکرم عطاء اللہ خان صاحب اور مکرم انیس احمد صاحب بھی اس حادثہ کا شکار ہوگئے۔

ہم ان تمام افراد کے لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ مانسہرہ کا یہ مخلص خاندان بہت لمبے عرصہ سے قربانیاں دیتا چلا آرہا ہے اور راہ مولا میں ہر قسم کی مشکلات کا سامنا نہایت صبر و استقلال سے کرنیکی توفیق پارہا ہے۔

اس عظیم صدمہ میں بھی اس خاندان کے افراد نے جس صبر و حوصلہ کا ثبوت دیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام متاثرہ افراد اور خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

ہم ہیں شریک غم

ممبران مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

قسط نمبر 9

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا

HOW THE WEST WAS WON

تلخیص و ترجمہ: پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

چنگیز خان نے منگولوں کے آزاد قبائل کو ایک زبردست جنگی قوت میں مربوط کردیا تھا۔ ہندیوں میں بھی دو زبردست لیڈر قسم کے آدمی پیدا ہوئے لیکن ایک موزوں وقت سے پہلے اور دوسرا مناسب وقت گزرجانے کے بعد آیا۔

اگر چنگیز خان جیسا کوئی لیڈر ہندیوں کی قیادت کو بروقت میسر آجاتا تو کم از کم اتنا ضرور ہوتا کہ وہ سفید فاموں کو سمندر میں واپس دھکیل دیتا اور یقیناً سرحد کے ساتھ ساتھ نئی بستیاں بالکل مٹادی جاتیں۔ لیکن یہ وقت گزرجانے کے بعد سفید فاموں کو ہتھیاروں کے لحاظ سے ہمیشہ برتری حاصل رہی کیونکہ آتشی اسلحہ حاصل کرنے کے بعد بھی ہندیوں کے پاس اتنا بارود نہیں ہوتا تھا کہ وہ دیر تک میدان جنگ میں جم سکیں۔ پھر بھی ہندیوں کی طرف سے ہر وقت خطرہ موجود رہتا تھا۔

زیب رالنگز کی حقیقت پسندی

زیب نے بغیر کسی طرف جھکاؤ کے ہندیوں کے ساتھ رابطہ پیدا کیا تھا۔ وہ اس بات پر بالکل یقین نہیں رکھتا تھا کہ ہندی قوم وحشیوں کا ایک ایسا گروہ ہے جسے کتے کی موت مار دینا چاہیئے۔ دوسری طرف وہ مشرقی ریاستوں میں امن و آرام سے رہنے والے اس گروہ کے ساتھ بھی اتفاق نہیں کرتا تھا جو یہ سمجھتا تھا کہ غریب ہندی قوم سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

زیب نے اپنے والد (لائنس رالنگز) سے ہندیوں کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا۔ وہ ان کی متعدد رسومات، جنگ کے لئے ان کی بے قراری، بلند حوصلگی میں فخر اور اس چیز سے جسے سفید فام غداری کہتے تھے خوب آگاہ تھا۔

زیب نے ایک چھوٹے سے نالے سے ایک سوار کو آتے دیکھا۔ وہ اس کے گھوڑے پر بیٹھنے کے انداز سے سمجھ گیا کہ یہ جیتھرو تھا۔ زیب نے اردگرد کی پہاڑیوں پر نظر دوڑائی۔ اسے یقین تھا کہ ہر لحظہ اس کی فوج پر نگاہ رکھی جارہی ہے اور اب ہندیوں کو یہ بھی معلوم ہوجائے گا کہ جیتھرو کی زیب سے ملاقات ہونے والی ہے۔ جیتھرو نے زیب کے دستے کی جانب دیکھا۔ زیب اور سارجنٹ سمیت وہ کل بائیس آدمی تھے۔ یہ تعداد ہرگز کافی نہیں تھی اور پچاس میل کے اندر اندر ان کے پاس مزید بیس جوان بھی نہیں تھے۔ اب جیتھرو نے زیب کو بتایا کہ ہندی سردار کا دعویٰ ہے کہ ریلوے نے اپنا معاہدہ توڑ دیا ہے۔ انہوں نے اپنا رخ موڑ کر ہندی قبیلے ایراپاہو کی شکار گاہ میں دست اندازی شروع کردی ہے۔ "جیتھرو کیا وہ سردار صحیح کہتا ہے؟" "لیفٹیننٹ! وہ بالکل صحیح کہتا ہے۔ میں

نے مانگ کنگ کو خبردار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کوئی بات سننے کو ہی تیار نہیں۔ اس نے اپنی مرضی کے مطابق ریلوے لائن کا رستہ بدل دیا ہے۔ ممکن ہے تم اس سے کوئی بات کر سکو"۔ "تم مانگ کنگ کو جانتے ہو وہ کسی کی بات نہیں سنتا"۔

سفید فام کا سفید خون

اس کے باوجود زیب گھوڑے پر سوار ہو کر مانگ کنگ کی اقامت گاہ پر پہنچ گیا۔ پٹڑی بچھانے والا عملہ کوئی آدھ میل دور کام کر رہا تھا۔ زیب گھوڑے سے اتر کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے جیتھرو کو پیچھے چھوڑ دیا تا کہ اگر وہ خود پسند کرے تو مانگ کے کمرے میں چلا آئے۔ مانگ اپنی میز پر بیٹھا حساب کتاب کر رہا تھا۔ دوسرے سرے پر اس کا سیکرٹری بیٹھا ہوا تھا۔ زیب نے کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھا "مانگ! تم نے ریلوے لائن کا رستہ بدلنے کا فیصلہ کب کیا تھا؟"۔ مانگ بولا "ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی گو ہم اس بات کے مجاز ہیں کہ اگر ضروری ہو تو ریلوے لائن بچھانے کا کام جلد از جلد مکمل کرنے کے لئے تھوڑی بہت تبدیلی کر لیں"۔

"تم فساد کو دعوت دے رہے ہو۔ تم نے ایراپاہو کی شکار گاہ میں دخل اندازی شروع کر دی ہے اور کئی قبیلے مقابلے کے لئے باہر نکل آئے ہیں"۔

"رالنگز! بیوقوف مت بنو۔ کیا تم دیانتداری سے کہہ سکتے ہو کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس سے ان کے شکار پر کوئی اثر پڑے گا؟" زیب نے جواب دیا

اہم چیز یہ ہے کہ خود ایراپاہو کیا سمجھتے ہیں۔ جیتھرو کے کہنے کے مطابق وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معاہدہ ٹوٹ چکا ہے"۔ لیفٹیننٹ! وہ بھی جہنم میں جائیں اور جیتھرو بھی۔ میں گنتی کے چند ننگے وحشیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اگر میں ان بے مایہ ہندیوں کی فکر میں وقت ضائع کرنے لگوں تو میں کام کیسے کر سکوں گا"۔ زیب نے کہا "کیا یہ سارا جھمیلا اس قابل ہے کہ اس پر جنگ کی جائے جس میں کئی جانیں تلف ہو جائیں گی"۔ "جنگ کیسی! تم تو کہتے ہو کہ یہاں پر فوج امن قائم کرنے کے لئے موجود ہے تو امن قائم رکھو"۔

زیب جانتا تھا کہ کیا مصیبت آنے والی ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کا دائرہ اختیار بہت محدود ہے نیز یہ کہ اس کے حقیقت پسندانہ دلائل کو کوسوں دور پر امن فوجی ہیڈ کوارٹرز میں کیا پذیرائی ملے گی جہاں لاتعداد آرام طلب اور بے عمل افسران اپنا فیصلہ ٹھونسنے کے لئے ہمہ وقت تیار بیٹھے ہیں۔

زیب پٹڑی کی تعمیر کو روک نہیں سکتا تھا۔ وہ اسے اپنی جگہ سے ایک فٹ بھی پرے نہیں ہٹا سکتا تھا۔ اس کا فرض فقط امن و امان قائم رکھنا تھا اور اس کے لئے اس نے بہت کوشش کی تھی۔ ایک بات یہ ہو سکتی تھی کہ وہ چپ چاپ پہاڑیوں میں ایک لمبے دورے پر چلا جائے اور مانگ کنگ کو اپنے کئے کا مزہ چکھنے دے لیکن مشکل یہ تھی کہ اس صورت میں کئی دوسرے لوگ بھی اس تباہی کا شکار ہو جائیں گے۔

مائک کنگ پھر سے مخاطب ہوا "دیکھو! تم نے بھینسیں دیکھی ہیں ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ہمیں ایک بار گاڑی کو دو دن تک روکے رکھنا پڑا کیونکہ بھینسوں کا ایک بہت بڑا غول لائن کو عبور کر رہا تھا اور یہ فقط گزشتہ ہفتے کی بات ہے۔ اتنی بڑی تعداد کو مارنے کے لئے نئے آباد کاروں کو کتنے زمانے لگیں گے۔ یہ کام ہماری زندگی اور ہمارے بچوں کی زندگی میں تو مکمل نہیں ہو پائے گا۔ سفید فاموں کے آنے سے پہلے ہندی یہاں کچھ بھی کر سکتے تھے لیکن اب وہ فقط قصہ پارینہ ہیں۔ ان کا زمانہ لد چکا ہے۔ ذاتی طور میں اس پورے علاقے کو کھیتوں اور فارموں سے بھرا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں ہر طرف کانیں اور کارخانے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اس ملک کو ہرا بھرا اور پھولتا پھلتا دیکھنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے یہی طریق درست ہے اور کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا۔ نہ وہ احمق ہندی، نہ تم اور نہ ہی کوئی اور۔ ہندیوں کو یہاں مدغم ہونا ہوگا یا مٹ جانا ہوگا"۔

زیب بخوبی جانتا تھا کہ مائک کنگ کے لئے صرف ایک چیز اہم ہے اور وہ ہے ریلوے لائن! اس لائن کی تکمیل کے لئے وہ ہر اس چیز اور شخص سے پوری طرح ٹکرانے کو تیار تھا جو بھی اس کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرے خواہ یہ شخص زیب رانگز ہی ہو۔ آخر زیب نے کہا "ٹھیک ہے میں کچھ کرتا ہوں۔ میں ان لوگوں سے بھی بات کروں گا"۔

زیب اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جیتھرو کی طرف مڑا جو اس کا انتظار کر رہا تھا۔ زیب نے کہا "کیا تم ہندی سردار سے میری بات کروا سکتے ہو؟"۔ جیتھرو نے ہاں کے انداز میں سر ہلایا اور وہ دونوں پہاڑیوں کی طرف روانہ ہوگئے۔

ہندی سردار سے ملاقات

ابھی دن طلوع بھی نہیں ہوا تھا کہ زیب اور جیتھرو ہندی سردار واکس ہزہارسز کے گاؤں میں پہنچ گئے۔ گاؤں کو پہلی ہی نظر میں دیکھ کر زیب ششدر رہ گیا کیونکہ یہاں تقریباً دو سو گھر تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی پانچ صد جنگجو وہاں رہتے تھے۔
"ہم یہاں کس حد تک محفوظ ہیں؟" زیب نے پوچھا۔
"میرے والد کہا کرتے تھے کہ اگر تم کسی ہندی گاؤں میں خود سے چلے آؤ تو جب تک تمہارا قیام وہاں پر ہوگا تم محفوظ ہو"۔ جیتھرو نے جواب دیا "تم بالکل محفوظ ہو۔ واکس ہزہارسز ایک معقول انسان ہے اور وہ یہ باتیں بخوبی سمجھتا ہے کہ جنگ کرنے سے بات کرنا بہتر ہے"۔

واکس ہزہارسز لمبا اونچا اور مضبوط جسم کا شخص تھا۔ اس کی عمر تقریباً چالیس برس کی ہوگی۔ اس کے چوڑے چکلے چہرے سے ذہانت ٹپکتی تھی اور ایسی وجاہت ظاہر ہوتی تھی جو ایک ہندی ہی کا خاصہ ہو سکتی ہے۔ اس نے ان کی طرف دیکھا اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی دعوت دی۔
جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے تو جیتھرو آہستہ آہستہ ایراپاہو زبان میں بات کرنے لگا۔ زیب

صرف چند ایک الفاظ ہی سمجھ سکتا تھا۔ البتہ جیتھرو اشاروں کی زبان سے بھی کام لے رہا تھا۔ رفتہ رفتہ دوسرے جنگجو ہندی بھی وہاں پر جمع ہونے لگے۔ جیتھرو نے زیب کے لئے ترجمہ کیا "سردار کہتا ہے کہ یہاں ایک ایسا ہندی ہے جو تمہارے والد کو جانتا ہے اس کا نام ایرو گوئنگ ہوم ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ تمہارے والد بڑی شہرت کے مالک تھے۔ وہ ایک عظیم جنگجو اور شکاری تھے"۔ زیب بولا "میں نے بھی اپنے والد سے اس ہندی کا ذکر سنا تھا۔ انہوں نے سن چوالیس، پینتالیس میں میرانی علاقوں کا اکٹھے سفر کیا تھا"۔

اچانک واکس ہزہار سر زور دار آواز میں باتیں کرنے لگا۔ "میں تمہیں اپنے گھر میں دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ میرا دل بے حد مسرور ہے کہ ہم دیرینہ دوستوں کی طرح باہم گفتگو کر سکتے ہیں۔ میں اپنے سفید فام بھائیوں کے ساتھ الجھنا نہیں چاہتا۔ جب سفید فام آدمی پہلی بار ہمارے پاس آیا اور آہنی گھوڑے (ریلوے انجن) کے لئے لوہے کی گزرگاہ (پٹڑی) بنانے کی بات ہوئی تو ہم حیرت زدہ رہ گئے اور اس عجوبہ کو دیکھنے کے مشتاق تھے لیکن ساتھ ہی ہم خوفزدہ بھی تھے کیونکہ ہم تک یہ بات پہنچ چکی تھی کہ جب کبھی آہنی گھوڑا ڈبے کھینچ کر لاتا ہے تو سفید لوگ درجنوں ہی نہیں، سینکڑوں بلکہ ہزاروں میں شکار کرنے آجاتے ہیں۔ ان شکاریوں کے بارے میں ہمیں خدشہ تھا کہ وہ بھینسوں کو شکار کریں گے اور سرخ فام (ہندیوں)، ان کی عورتوں اور بچوں کو بھوکا مار ڈالیں گے۔ ہم نے سن رکھا تھا کہ سفید فام آدمی بھینس کو مار کر صرف اس کی کھال لے جاتا تھا اور اس کا گوشت گرمی میں گلنے سڑنے کے لئے چھوڑ جاتا تھا جب کہ ہندیوں کے بچے بھوک سے مر جاتے تھے۔ چنانچہ سفید فاموں نے وعدہ کیا تھا کہ آہنی گھوڑا ہماری شکار گاہوں کے قریب سے نہیں گزرے گا اور پہاڑی کی دوسری جانب چلے گا لیکن اب اس وعدے کو بھی بدل دیا گیا ہے اور آہنی گھوڑا اور اس کے ڈبے ہمارے علاقے میں آ گھسے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ شکار ڈر کر دور پہاڑوں میں چلا گیا ہے جہاں سے ہمیں خوراک تلاش کرنے میں کئی خطرات سے گزرنا پڑتا ہے۔ آہنی گھوڑے کے مسئلہ کی وجہ سے میرے نوجوان میرے پاس آتے ہیں اور غصے کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم سفید فاموں سے لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے لیکن ہمارے نوجوان طیش میں ہیں۔ وہ جنگ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آہنی پٹڑی کو تباہ کر دیا جائے بیشتر اس کے کہ یہ سفید فام شکاریوں کو ہماری شکار گاہوں تک لے آئے"۔

زیب مناسب الفاظ کی تلاش میں خاموش تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ بولنے لگا۔ ہم ایراپاہو کو بھائیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ آپ کے مسائل ہمارے مسائل ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ آہنی گھوڑے کی گزرگاہ میں تبدیلی کی گئی ہے کیونکہ یہ ٹٹوؤں کی طرح ہر جگہ سے نہیں گزر سکتی۔ جہاں یہ گزرگاہ اب بنائی گئی ہے وہ جگہ ہموار ہے اور یہ پہاڑیوں کو کاٹنے اور

ندی پر پل باندھے بغیر تیز رفتاری سے بنائی جاسکتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے کہ بہت سے لوگ آہنی گھوڑے کے ڈبے پر سوار ہو کر آئیں گے لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو دور نیلگوں پانی کی سرزمین کی طرف چلے جائیں گے۔ وہ آپ کے علاقہ سے گزریں گے تو سہی لیکن یہاں رکیں گے نہیں۔ جو شخص آہنی پٹڑی بچھا رہا ہے اس نے اس بات کا مجھ سے وعدہ کیا ہے"۔

وکس ہز ہارسز نے اپنی آنکھیں زیب کی آنکھوں میں ڈال کر کہا "وردی والے آفیسر! ہماری جان پہچان والے آدمی کے فرزند! میں تمہارے ساتھ بات چیت کر رہا ہوں نہ کہ اس آدمی کے ساتھ جو کہ پٹڑی بچھانے پر متعین ہے۔ تم اپنی بات کرو تم کس چیز کا وعدہ کرتے ہو؟"

لیفٹیننٹ زیب رالنگز کچھ ہچکچایا۔ سردار کا گھر جنگجو نوجوانوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان کی طرف سے اسے سخت عداوت کا احساس ہو رہا تھا۔ جب وہ حملہ آور ہوں گے تو کون مرے گا؟ سب سے پہلے تو مسافر، نئے آباد کار اور معصوم لوگ مریں گے جنہوں نے ہندیوں کو کبھی بھی طیش نہیں دلایا۔ اس کے بعد وہ ہندی ریلوے لائن پر حملہ آور ہوں گے۔ گویا پہلے بہت سے معصوم لوگ موت کا شکار ہوجائیں گے اگر حملہ آوروں کا یہیں پر نہ روکا گیا تو۔

واکس ہز ہارسز ایک قابل شخص تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سفید فام کس خشمناکی سے جوابی کاروائی کرسکتے ہیں اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ لوگ کس بے دردی سے دشمنوں کا تعاقب کرتے ہیں۔ ہندیوں کا طریق تو یہ تھا کہ وہ ایک ہی بڑی جنگ مردانہ وار لڑ کرتے تھے اور اسی سے فیصلہ ہوجاتا تھا۔ لیکن یہ بات سفید فاموں کے آنے کے بعد ہندیوں کے علم میں آئی تھی کہ متفرق اور منتشر جنگی معرکے کیا ہوتے ہیں۔ جب ہندی جنگ بند کرکے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تو سفید فام بعد میں ان کا پیچھا کرتے۔ وہ ہندیوں کی فصلیں، ان کا شکار اور ان کے گھر بار تباہ و برباد کردیتے۔ وہ ان کے ٹٹو ہانک کر لے جاتے اور ہندیوں کا بری طرح تعاقب کرتے یہاں تک کہ برف ان کے خون سے سرخ ہوجاتی۔ ہندی سردار واکس ہز ہارسز اور اس کے قریب بیٹھا ہوا اس کا بوڑھا ساتھی یہ باتیں خوب جانتے تھے لیکن ان کے نوجوانوں کو ان باتوں کی کوئی خبر نہ تھی۔ انہیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ سفید فاموں کے ان ظالمانہ حربوں کی وجہ سے ہندیوں کی جیت ممکن نہ تھی۔

زیب رالنگز پھر بولا "جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ لوگ آہنی گھوڑے پر سوار ہو کر آئیں گے لیکن وہ آگے مغرب کی طرف سونے اور چاندی کے خطے کی طرف روانہ ہوجائیں گے۔ پٹڑی بچھانے والے ذمہ دار آدمی نے مجھ سے وعدہ کیا

بقیہ ص...... پر 39

کرگس کا جہاں اور ہے
شاہین کا جہاں اور

کھیل کے میدان سے

مکرم طارق محمود صاحب ناصر۔ ربوہ

جرمنی۔ ومبلڈن چیمپئن

حال ہی میں ٹینس کا سب سے مشہور ٹورنامنٹ ومبلڈن ختم ہوا۔ دنیا بھر سے نامور کھلاڑیوں نے اس میں شرکت کی۔ لیکن اس مرتبہ قسمت کی دیوی جرمنی پر مہربان دکھائی دی۔ مردوں اور عورتوں کے دونوں سنگلز ٹائیٹل جرمنی کی سٹیفی گراف اور نئے ابھرتے ہوئے نوجوان کھلاڑی مائیکل سٹیچ نے جیت لئے۔

سٹیفی گراف نے فائنل میں ارجنٹائن کی گیبریلا سباتینی کو شکست دی۔ یہ فائنل 2 گھنٹے 18 منٹ جاری رہا۔ جو دونوں کے درمیان ہونے والا طویل ترین مقابلہ تھا۔ ومبلڈن میں قسمت کچھ زیادہ ہی سٹیفی گراف پر مہربان ہوتی ہے۔ سٹیفی نے یہ اعزاز تیسری بار حاصل کیا ہے۔

مردوں میں امسال ومبلڈن چیمپئن جرمنی ہی کے مائیکل سٹیچ بنے۔ دلچسپ بات یہ کہ اپنے سے کہیں زیادہ تجربہ کار کھلاڑی بورس بیکر کو باآسانی شکست دے کر اپنی مہارت کا لوہا منوایا۔ سٹیچ نے سابق چیمپئن بورس بیکر کو لگاتار تین سیٹوں میں شکست دی۔ یہ فائنل تقریباً پونے تین گھنٹے جاری رہا۔ قابل تقلید بات یہ کہ بورس بیکر شکست کے بعد بڑی خوش دلی کے ساتھ مائیکل سٹیچ کو ملے۔

ویسٹ انڈیز بمقابلہ برطانیہ

برطانیہ کے خلاف کھیلا گیا پہلا ٹیسٹ برطانیہ نے جیتا تو دوسرا ٹیسٹ بارش کی نذر ہو گیا تو ویسٹ انڈیز کے کپتان ویون رچرڈز خاصے مایوس دکھائی دے رہے تھے۔ لیکن اب قسمت کی دیوی ایک بار پھر ان کے اوپر مہربان ہوتی نظر آ رہی ہے۔ جسکا ثبوت سیریز کا تیسرا ٹیسٹ ہے۔ ایک طرف تو رچرڈز اپنی زبردست بلے بازی اور کپتانی سے انگریزوں کے لئے دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف ایمبروز اور مارشل کی طوفانی گیندوں کا سامنا کرتے ہوئے انگریز بلے باز خوفزدہ دکھائی دیتے ہیں۔ جس کی ایک مثال گراہم ہک ہیں جو فسٹ کلاس کرکٹ میں رنز کا انبار لگاتے رہے لیکن اس سیریز میں مسلسل چار باریوں میں صرف 54 سکور بنا سکے ہیں۔ ان کے بارے میں کرکٹ کے ناقدین کا خیال ہے کہ وہ برطانیہ کے لئے امید کی کرن ہیں۔ لیکن ابھی تک وہ کوئی قابل قدر کارنامہ سرانجام نہیں دے سکے۔

جنوبی افریقہ۔ کھیلوں میں واپسی

کرکٹ کے بارے میں ایک زوردار خبر یہ کہ جنوبی افریقہ کو اب کرکٹ کھیلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ انٹرنیشنل کرکٹ ایسوسی ایشن نے حال ہی میں اس کی منظوری دی

ہے۔ سوائے ویسٹ انڈیز کے باقی تمام چھ ممالک نے جنوبی افریقہ کے حق میں ووٹ دیا۔ البتہ جنوبی افریقہ ۱۹۹۲ء میں ہونے والے عالمی ورلڈ کپ میں حصہ نہیں لے سکے گا۔

متفرق

○ حال ہی میں پاکستانی بلے باز جاوید میاں داد نے ایک بار پھر کہا ہے کہ وہ جلد گواسکر کا ریکارڈ توڑ دیں گے۔ یاد رہے میاں داد مسلسل کئی سیریز میں ناکام چلے آرہے ہیں۔

○ کاؤنٹی کرکٹ میں پاکستانی کھلاڑی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ان میں پاکستان کے سٹار بلے باز سلیم ملک جو پہلی مرتبہ کاؤنٹی کرکٹ کھیل رہے ہیں شامل ہیں۔ ملک نے مسلسل اپنی جارحانہ بیٹنگ کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے سرے کے خلاف 185 رنز ناٹ آؤٹ بنا کر سرے کے خلاف چوتھی وکٹ کے لئے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا اور اس سیزن میں اپنے ایک ہزار رنز مکمل کر لئے۔

○ کرکٹ ہی کے بارے میں ایک خبر یہ بھی ہے کہ ایک اوور میں صرف ایک باؤنسر کیا جاسکے گا۔ اس اوور میں ایک کھلاڑی آؤٹ ہونے کی صورت میں دو باؤنسر کئے جا سکیں گے۔ یہ قانون حال ہی میں ہونے والی انٹر نیشنل کرکٹ کانفرنس میں کیا گیا ہے۔

○ پاکستانی ہاکی ٹیم چھ ملکی ٹورنامنٹ میں شرکت کی غرض سے تیاریوں میں مصروف ہے۔ اور مینیجر کے بیان کے مطابق کھلاڑی پوری طرح فٹ ہیں اور یہ ٹورنامنٹ جیتنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ ویسے ہر دفعہ کہا ہی جاتا ہے۔

○ آسٹریا میں ہونے والے اتھلیٹکس کے بین الاقوامی مقابلے میں بن جانسن ایک بار پھر پیچھے رہ گئے انہوں نے سو میٹر دوڑ میں چھٹی پوزیشن حاصل کی۔

○۔ پاکستان کے جہانگیر خان نے سکوائش کے عالمی چیمپئن جان شیر کو ایک نمائشی میچ میں با آسانی ہرا دیا۔

بقیہ ارض..... 37

ہے۔ میں آپ کو اپنا قول دیتا ہوں کہ کوئی آدمی یہاں پر رکے گا نہیں اور ایراپاہو کی شکارگاہیں آپ ہی کی ملکیت رہیں گی"۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا جب زیب اور جیتھرو اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس مڑے۔ (باقی آئندہ)

بقیہ از ص...... 6

contained verses of the Holy Qu'ran and taken to Sargodha jail.

3. Gul Muhammad of Sargodha was arrested by police on 9 March 1990 for posting a sticker on his motor cycle which read 'There is no one worthy of worship but Allah and Muhammad is His Messenger'. He was sent to Sargodha jail.

In another comunication dated 20 September 1990, the special Rapporteur transmitted the following allegations:

According to information received, Irshadullah Tarar, a member of the Ahmadi community, was sentenced to one year of imprisonment and the payment of a 1000 rupees fine on 29th December 1988 for wearing a kalima badge. An appeal was made but the sentence was reportedly upheld. Mr Tarar is said to be held at the Gujranwala Central jail.

It is further alleged that the 16-year-old son of Sahibzada Abdul Salam had been captured, beaten and accused of proselytism. It is reported that he was imprisoned for three to four days."

The report also observed that 'Conversion to another religion is severely punished in some countries, even though the official accusations against such persons may be motivated on other grounds. In the case of one country, the death sentence is prescribed for apostacy'.

'Many persons continue to be detained in prisons for religious reasons and are in some cases subjected to torture and ill treatment. Members of the clergy and believers of many denominations are subjected to death threats, intimidation, expulsion or enforced indoctrination. Some have been killed as a result of their religious activities.'

Rashid Ahmad Chaudhry, the Ahmadiyya spokesperson in Great Britain, commented:

"Pakistan, seemed not to have bothered to reply to the questionnaire, and hasn't sent in, its comments and observations on the cases which have been submitted to her becial Rapporteur. The Ahmadiyya Community has been suffering in its own country for the last seven years. The Ordinance passed on 26th April 1984, which later was incorporated into the Pakistan Constitution, is a glaring example of the violation of the fundamental human rights, which the world in general and the champions of human rights have so far failed to note."

درخواست دعا

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترمہ چوہدری عبداللطیف صاحب اٹھوال اکاونٹنٹ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ عرصہ 5 ماہ سے دل کے عارضہ سے بیمار ہیں۔ گذشتہ دنوں فضل عمر ہسپتال میں داخل تھیں۔ اب طبیعت قدرے بہتر ہے اور گھر چلی گئی ہیں۔ احباب جماعت سے ان کی کامل شفا یابی کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔ (مینیجر خالد و تشحیذ)

درخواست دعا

اسیران راہ مولیٰ۔ ساہیوال۔ سکھر۔ چک سکندر اور فیصل آباد عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں نیز ان کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جملہ عزیزان کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ انہیں ان ابتلاء اور پریشانیوں سے جلد نجات دے۔

ماھنامہ خالد ماھنامہ تشحیذ الاذھان کے خریداران اپنا چندہ خریداری بذریعہ منی آرڈر یا دستی براہ راست دفتر میں ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔ اگر آپ اپنا چندہ خریداری براہ راست دفتر میں ارسال فرمائیں گے تو کام میں آسانی پیدا ہوگی۔ (مینیجر)

اعلان نکاح

مکرم منصور احمد صاحب مبارک ابن مکرم منظور احمد صاحب سیالکوٹی 1/59 علوم شرقی ربوہ حال سیکرٹری مال ونائب قائد مجلس خدام الاحمدیہ گوجرانوالہ کینٹ کا نکاح ہمراہ عزیزہ نسیم کوثر صاحبہ بنت مکرم عظمت اللہ صاحب 18/15۔یمن شرقی ربوہ مورخہ 19 اپریل 1991ء بروز جمعہ المبارک بعد نماز عصر محترم سید احمد علی شاہ صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ نے 15000 روپے حق مہر پر بیت المہدی ربوہ میں پڑھا اور دعا کروائی۔ احباب دعا کریں اللہ تعالی اس رشتہ کو ہر لحاظ سے دونوں خاندانوں کے لئے بابرکت اور مثمر بثمرات حسنہ بنائے۔

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No: L 5830 AUGUST 1991

EDITOR:- MUBASHIR AHMAD AYAZ